اللّٰہ ولی الذین اٰمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور

اللہ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے
ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے

اسلام
اور
حضرت مسیح علیہ السلام

مترجمہ
قاضی محمد سعید

ناشر
اسلامی مشن سنت نگر لاہور ۱۲

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	ٹیلی ویژن پر مناظرہ	5
2	مسیحؑ کا مقام اور مرتبہ	6
3	عیسیٰؑ کے خطابات	9
4	ماں اور بیٹا	12
5	پیغمبر اسلامؐ کے علم و اطلاع کا منبع و ماخذ	14
6	حضرت سارہؓ و حضرت ہاجرہؓ	15
7	سورہ مریم	16
8	بشارت عظیمہ	17
9	یہودی حیرت زدہ ہو گئے	22
10	عیسیٰؑ کے اولین معجزات	24
11	یپال کی جدت خیال	33
12	افراط و تفریط سے کام لیا جا رہا ہے	41
13	محترم پادری کھانے کی میز پر	47
14	ابتداء و آغاز	51
15	راہ نجات	54
16	معجزاتِ عیسویؑ کیا ثابت کرتے ہیں	55
17	مسیحؑ نے خاموش آہ و زاری کی	58
18	معاملہ مایوس کن نہیں ۔	61

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

جنوبی افریقہ ایک ایسا ملک ہے۔ جہاں نسلی امتیاز زوروں پر ہے۔ گورے عیسائیوں نے کالے دیسی عیسائیوں کا جینا دوبھر کر دکھا ہے۔ آبادی تقریباً تمام مسیحیوں کی ہے۔ مسلمان صرف دو فیصد ہیں یعنی آٹے میں نمک کے برابر۔ وہ مسیحیوں کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کرنے سے ہچکچاتے نہیں۔ بلکہ وہ غیر مسلموں کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے کھوٹے اور کھرے کی تمیز کیجئے۔

ان مسلمانوں میں سے ایک صاحب احمد دیدت ہیں۔ ان کو اسلامی کتب اور عیسائیوں کی مذہبی کتب بائبل و اناجیل پر پورا عبور حاصل ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں کئی مباحثے کئے اور خداوند تعالیٰ کی تائید سے وہ ہر مباحثہ میں کامیاب نکلے۔ کتاب ہذا "اسلام اور مسیح علیہ السلام" ان کے ایک مناظرہ کی کیفیت ہے۔ جو کہ ٹیلی ویژن ڈربن واقعہ جنوبی افریقہ پر ۵ رجون ۱۹۸۴ء کو جناب احمد دیدت اور عیسائی مشنریوں کے درمیان ہوا۔ اس مناظرہ کے صدر مسٹر چارز بل تھے۔ مسٹر بل کے مناظرہ کے اختتامی کلمات ملاحظہ ہوں:۔

"میرا خیال ہے اس بحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ مسیحیت کے بانی کے متعلق کچھ زیادہ ہی فراخدلی اسلام میں پائی جاتی ہے جبکہ عیسائیوں میں اسلام کے بانی کے متعلق ایسے تاثرات مفقود ہیں" مسلمانوں کو حکم ہے کہ تمام انبیاء کرام کی تعظیم و تکریم کریں کسی بھی خدا کے

پیغمبر کے خلاف مسلمان ایک حرف ناجائز استعمال نہیں کر سکتے لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ جانتے ہوئے کہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے۔ بعض عیسائی پادری اسلام اور اس کے بانی علیہ السلام کی بے ادبی اور گستاخی سے باز نہیں آتے۔ اور مسلمانوں کو ان کی تلخ کلامی اور غیر شریفانہ تحریروں کا جواب دینا پڑتا ہے۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ان کی قابل احترام والدہ پاک اور کنواری تھیں۔ انجیل متی اور لوقا اعلان کرتی ہیں کہ یوسف بڑھئی مریم کا شوہر تھا۔ اس کے بعد انجیل متی، مرقس اور یوحنا تصدیق کرتی ہیں کہ یسوع یوسف بڑھئی کا بیٹا تھا۔ بلکہ ان کی انجیلیں بہن بھائی بیاہ کرتے ہیں۔

قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔ کہ مسیح نہ سولی پر چڑھے نہ قتل کئے گئے۔ بلکہ ان کو اللہ تعالٰے نے اوپر اٹھا لیا۔ اس کے برخلاف انجیلوں کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں: گرفتار کیا گیا، کوڑے لگائے گئے۔ کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ اس پہ تھوکا اور سرکنڈوں سے مارا گیا، صلیب پر لعنتی موت سے مارا گیا۔ اور مرتے وقت یسوع نے چلا کر کہا

ایلی ایلی لما سبقتنی

اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

غور کیجئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت کون کرتا ہے، مسلمان یا عیسائی؟ ٹھنڈے دل سے سوچئے۔

میں جناب قاضی محمد سعید سابق ڈپٹی سیکرٹری حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کرائسٹ اینڈ اسلام کا با محاورہ ترجمہ کیا، خدا تعالٰی انہیں جزائے خیر عطا کرے۔

اختر احسن

اسلامی تعلیمات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا مقام اور مرتبہ

(از احمد دیدت ۔ ڈربن)

عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین تبادلہ خیالات

(ٹیلی ویژن پر مناظرہ)

بروز اتوار مورخہ 5 جون 1983ء کو جنوبی افریقہ کی براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے ٹیلی ویژن پروگرام "کراس کوئسچنز" (Cross Questions) کے تحت "عیسائیت اور اسلام" کے موضوع پر جو مباحثہ ہوا۔ اس کے اختتام پر مسٹر بل چالمرز (Bill Chalmers) (جو اس مناظرہ کے صدر تھے) نے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ موجودہ وقت میں اسلامی تعلیمات کے تحت عیسائیت کے بانی (عیسیٰ علیہ السلام) کے لئے زیادہ فراخ دلی پائی جاتی ہے۔ بہ نسبت اس فراخ دلی کے جو بانیٔ اسلام کے لئے عیسائی حلقوں میں محسوس کی جاتی ہے

اسلامی تعلیمات کی اس وسیع تر فراخ دلی کے نتائج و ثمرات کیا ہوں گے یہ بات ہم ٹیلی ویژن کے ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ کہ وہ خود اندازہ لگائیں۔ بہ ایں ہمہ میں یہ ضرور سوچتا ہوں اور آپ سب مجھ سے اتفاق کریں گے۔ کہ ہمارا یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کا باہم مل بیٹھ کر گفتگو کرنا ایک اچھی بات ہے۔"

چیئرمین پل کا مرز (جنہیں عام طور پر "پل" کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے) اپنی منکسر المزاجی میں حیران کن خوب صورتی کے حامل نظر آتے ہیں۔ ایک نیک اور اچھے عیسائی کا نقشہ جو قرآن پاک میں کھینچا گیا ہے، وہ اس کی ہو بہو تصویر ہیں۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:۔

"اور آپ اُن اہل کتاب میں سے اہل ایمان کے لئے بہ لحاظ محبت اُن لوگوں کو نزدیک ترین پائیں گے جو کہتے ہیں "ہم نصاریٰ ہیں" یہ روحانی محبت) اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے اندر ایسے لوگ رکھتے ہیں۔ جو علوم دینیہ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو رضائے الٰہی کے لئے دنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کر چکے ہیں۔ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔" (قرآن 5 : 85)

یسوع مسیحؑ کا مقام اور مرتبہ

کیا سوسائٹی کے مسلم اراکین ٹی وی ناظرین کو کسی سیاسی مصلحت دھوکہ بازی یا فریب وہی کے ذریعے خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں وہ تو فقط ان احکامِ خداوندی کا بالقول اعادہ کر رہے

ہیں۔ جن کے اظہار کا حکم اُن کو خداوندِ قادر و کریم نے قرآنِ پاک میں دیا ہے۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے سامنے اختیار کرنے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں نے بہ ایں الفاظ توصیف و تعریف کی:

"ہم مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام خداوند تعالیٰ کے عظیم پیغمبروں میں سے ہیں۔ وہی مسیح تھے۔ ان کی ولادت معجزانہ طریقہ سے ہوئی۔ یعنی مردانہ قوتِ تولید کی مداخلت کے بغیر (جو بات بدقسمتی سے عصرِ حاضر کے بہت سے عیسائی بطور عقیدہ کے تسلیم نہیں کرتے) (مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے) کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اذنِ خداوندی سے مُردوں میں جان ڈال سکتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کرنے پر بھی قادر تھے۔ جب اذنِ خداوندی حاصل ہو حقیقت تو یہ ہے۔ کہ کوئی مسلمان مسلمان بن ہی نہیں سکتا۔ جب تک جناب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کا معتقد نہ ہو۔"

خوشگوار تعجب

نوے فی صد سے زیادہ لوگ جو اس مناظرہ کے شاہد تھے وہ یقیناً ایک خوشگوار استعجاب اور ریب و شک کے جذبات سے دوچار ہوئے ہوں گے۔ انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا ہوگا

انہوں نے قیاس کیا ہوگا۔ کہ مسلمان حاضرین کی خوشامد میں کوشاں ہیں یعنی اپنے عیسائی ہم وطنوں کی پاسداری اور ہمدردی کے جویا ہیں۔ ممکنہ مقصد یہ ہو کہ مسلمانوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف و توصیف کے جواب میں عیسائی بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلماتِ استحسان کا اظہار کریں۔

دیوارِ نفرت صدیوں سے حائل ہے

اپنے صدیوں پرانے شکوک و شبہات کے لئے ہم عیسائیوں کو موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ صدہا برس سے ان کی تربیت ہی ایسی ہوئی ہے۔ کہ وہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور ان کے دین کے بارے میں بدترین خیالات اپنے سینوں میں چھپائے رکھیں۔ ایک سو پچاس سال قبل تھامس کارلائل نے اپنے عیسائی بھائیوں کے بارے میں کیسی بے لاگ بات کہی۔ کہ: "کذب و افترا کے وہ پلندے جو عیسائی مذہبی جنون نے اس شخص (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کے گرد جمع کئے ہیں۔ وہ خود ہمارے لئے شرمناک رسوائی کا موجب ہیں" کوئی شک نہیں۔ کہ جزوی طور پر ہم مسلمان بھی اس ہولناک بے علمی کے ذمہ دار ہیں۔ جس میں عیسائی دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ افراد گرفتار ہیں۔ ہم نے ان عنکبوتی جالوں کو صاف کرنے کا کوئی قابلِ ذکر اہتمام نہیں کیا۔

باب دوئم

عیسیٰ علیہ السلام اُن کے خطابات

اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن پاک میں پچیس مرتبہ اپنے نام نامی سے مذکور ہیں۔ لیکن متعدد مقامات پر ان کا ذکر احتراماً کنیت کے ساتھ "ابن مریمؑ" یعنی مریمؑ کے فرزند کے طور پر ہوا ہے۔ نیز "مسیح" (عبرانی مسیحا۔ جو انگریزی میں ترجمہ کرکے "کرائسٹ" کہلاتا ہے۔ اور عبداللہ یعنی اللہ تعالٰے کے بندے اور "رسول اللہ" یعنی اللہ تعالٰی کے پیغامبر کے طور پر بھی ہوا ہے" اُن کا ذکر خیر بطور "کلمۃُ اللہ" "روحُ اللہ" اور "آیتُ اللہ" بھی ہوا ہے علاوہ ازیں متعدد دوسرے محترم القاب کے ساتھ مذکور ہیں۔ جو قرآن پاک کی مختلف پندرہ سورتوں یا ابواب پر پھیلے ہوئے ہیں۔ قرآن پاک اس جلیل القدر پیغمبرِ خدا کو عزت و احترام دیتا ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی چودہ سو سالوں میں یعنی نزولِ قرآن سے لے کر آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احترام اور عقیدت میں کے اظہار میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی۔ پورے قرآن پاک میں ایک بھی ایسا جملہ، لفظ یا اشارہ نہیں کہ جسے متعصب ترین عیسائی بھی ناقدری یا تحقیر کا مفہوم دے سکے۔

"عیسیٰؑ" لاطینی میں "یسوعؑ" بن گیا

قرآن پاک یسوعؑ (Jesus) کو "عیسیٰؑ" کہتا ہے۔ اور یہی نام کسی اور نام یا خطاب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ یہی ان کا پیدائشی

نام تھا۔ دراصل ان کا اسمِ علم (عربی میں "عیسیٰؑ" اور عبرانی میں) "عیساؤ" تھا۔ قدیمی لفظ "یے ہے شوآ" (Jeheshua) ہے جو مغرب کی عیسائی اقوام نے لاطینی میں "Jesus" یا یسوع" بنا لیا۔ لفظ "جیسس" "کا "ج" (J) اور دوسرا "سی" (S) اصل عبرانی لفظ میں دونوں حروف موجود نہیں۔ کیونکہ سامی زبانوں کے حروف تہجی میں یہ شامل ہی نہیں۔ یہ لفظ نہایت سادہ طور پر "عیساؤ" (ESAU) ہے۔ جو کہ ایک عام طور پر مستعمل یہودی نام ہے۔ اور بائبل کی کتاب پیدائش میں ساٹھ مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ سن ہدرینی کے سامنے جو عدالتی بنچ "یسوع" پر مقدمہ کی سماعت کر رہا تھا۔ اس میں کم از کم ایک جج "یسوع" نامی بھی تھا۔ معروف یہودی مؤرخ جوزیفس اپنی کتاب "آثارِ قدیمہ" میں کم و بیش پچیس یسوع" کا ذکر کرتا ہے۔ عہد نامہ جدید ایک جادوگر۔ کاذب۔ متنبی (Bar Jesus) "بر یسوع" کا ذکر کرتا ہے۔ نیز ایک عیسائی مبلغ (Jesus – Jus tus) "یسوع جسٹس" کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جو کہ پالوس کا ہم عصر تھا۔ یہ سب نام یسوعؑ۔ ابن مریمؑ سے جدا اور ممتاز طور پر الگ ہیں۔ لفظ "عیساؤ" (Esau) کو یسوع (Jesus) میں تبدیل کرنا اس کو منفرد بنا دیتا ہے۔ یہ منفرد نام دوسری صدی عیسوی سے یہود و نصاریٰ میں مستعمل نہیں رہا۔ یہود میں اس لئے مستعمل نہیں رہا۔ کیونکہ یہ نام اچھی شہرت کا حامل نہ رہا۔ یہ ایک ایسا نام بن چکا تھا۔ جو نزدِ یہود خدا کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو چکا تھا ــــ اور عیسائیوں میں اس لئے غیر مستعمل ہو گیا۔ کہ ان کے خداوند؟ کا اسمِ علم بن چکا تھا۔

یعنی خدا کا پیکرِ محسوس - کوئی مسلمان بھی اپنے بیٹے کا نام "عیسیٰ" رکھنے میں تامل نہیں کرے گا. کیونکہ اس کے نزدیک یہ نام مکرم و محترم ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے ایک سچے بندے کا نام ہے۔

متعدد حوالہ جات

انگریزی زبان میں قرآن کریم کے مقبول ترجمہ میں جو علامہ عبد اللہ یوسف علی نے کیا تھا۔ ایک نہایت جامع فہرست صفحہ 1837 پر فراہم کی گئی ہے جس میں آیاتِ قرآنی کے وہ تمام حوالہ جات دیئے گئے ہیں - جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف قرآنی سورتوں میں دیئے گئے ہیں۔ چیدہ چیدہ حوالہ جات یہ ہیں: -

یسوعؑ - پیغمبرِ حق (6:85)

یسوعؑ کی پیدائش (3: 45-47 و 19: 22-23)

رسول الیٰ بنی اسرائیل (3: 49-51)

حواریین (3: 52-53 و 5: 111-115) مثلِ آدمؑ (3: 59)

مصلوب نہیں ہوئے. (4: 157) ابن اللہ نہیں ہیں (9: 30)

پیغام و معجزاتِ عیسوی (5: 113 و 19: 30-33)

مائدہ کی درخواست (5: 117)

غیر اللہ کی عبادت نہیں سکھائی (5: 119-121)

حواریوں نے اپنے آپ کو مسلمان کہا (5: 114)

حواری انصار اللہ ہیں (61: 14)

احمدؐ یعنی پیغمبر اسلام کی بشارت دی (61: 6)

باب سوم

ماں اور بیٹا

حضرت مریم علیہا السّلام کی توقیر کی گئی

مذکورہ بالا دوسرا عنوان "اس کی پیدائش" کی کیفیت دو مقامات پر ۔ ۔ ۔ سورۃ نمبر 3 (آلِ عمران) ورسورۃ نمبر 19 (مریم) بیان کی گئی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے آغازِ ذکر کرکے ہم مریم علیہا السّلام کے ذکر سے گذرتے ہیں۔ اور وہ بلند و بالا حیثیت جو عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کو اسلام میں حاصل ہے۔ اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ واضح طور پر اس عزت و مرتبہ کا بیان جناب عیسیٰ علیہ السّلام کے ذکرِ پیدائش سے پہلے کر دیا گیا ہے۔

"اس وقت کو یاد کرو، جب کہ فرشتوں نے کہا۔ کہ اے مریمؑ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی عورتوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے۔"

(قرآنِ پاک 3 : 42)

یہ اعزاز کہ "جہان بھر کی عورتوں کے مقابلہ میں تجھے منتخب فرمایا ہے"۔ تو جناب مریم علیہا السّلام کو عیسائیوں کی بائبل میں بھی عطا نہیں ہوا۔ قرآنی آیت یوں جاری ہے:۔ اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو۔ اور رکوع کیا کرو۔ ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں"

[3 : 43]

وحی الٰہی

اس حسین وجمیل اور بلند و بالا نغمہ سرائی کا ماخذ اور منبع کیا ہے۔ جو کہ اصلی عربی عبارت میں تو انسانوں کو روحانی سرور اور اشک باری سے ہم کنار کر دیتی ہے آیت : ۴۴ ذیل میں اس کی وضاحت کرتی ہے :-

" یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس۔ اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے۔ جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے۔ کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم (علیہا السّلام) کی کفالت کرے اور نہ آپ اُن کے پاس اس وقت موجود تھے جب باہم اختلاف کر رہے تھے۔ [3 : 44)

مریم علیہا السّلام کی پیدائش

کہانی یوں ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی نانی حضرت حنہ اس وقت تک بانجھ تھیں۔ انہوں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے باری تعالیٰ کی جناب میں عرضداشت کی " اگر خداوند تعالیٰ مجھے بچہ عطا فرمائے تو وہ اس بچے کو اس کی خدمت وچاکری کے لئے وقف کر کے ہیکل کے سپرد کر دیں گی "

خداوند تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اور مریم علیہا السّلام پیدا ہو گئیں۔ (لیکن) وہ اس بنا پہ مایوس ہو گئیں کہ ان کی تو بیٹے کی آرزو تھی۔ مگر ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہو گئی۔ اور کسی طرح بھی بیٹی تو بیٹے کی مانند نہیں ہو سکتی، جس سے ان کی منت یا نذر کی تکمیل ہو پاتی اب اُنہیں کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس وقت تک انتظار کیا کہ

مریم علیہا السلام عمر میں اتنی بڑی ہو جائیں کہ خود اپنی حفاظت کر سکیں جب موزوں وقت آپہنچا۔ تو حضرت حنہ اپنی عزیز دختر کو ہیکل میں لے آئیں تاکہ انہیں خدمت کے لئے پیش کر دیں۔ ہیکل کا ہر پجاری اس بات کا مشتاق تھا کہ اس خوبرو بچے کا سرپرست بن جائے۔ انہوں نے مریم علیہا السلام کی سرپرستی کے لئے تیروں کے ذریعے قرعہ اندازی کی۔ بالآخر ان کی سرپرستی حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ لیکن بغیر کسی جھگڑے کے ایسا ممکن نہ ہوا۔

پیغمبر اسلام کے علم واطلاع کا منبع ماخذ

قصہ تو بیان ہو چکا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ علم و اطلاع کہاں سے حاصل کی؟ انہیں پڑھنا یا لکھنا بالکل نہیں آتا تھا۔ اس سوال کا جواب قادرِ مطلق نے اوپر کی آیت ۴۴ میں خود ہی دیدیا ہے کہ :- یہ سب غیب کی خبریں ہیں۔ جو ہم نے آپ کو بذریعہ وحی بتا دی ہیں۔ لیکن ایک گرفتار شک آستندلانی انسان وحی الہٰی کا انکار کر کے دلیل دے سکتا ہے۔ کہ: "یہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کی آسمانی کتب سے ماخوذ ہے یہ علمی و ادبی سرقہ ہے۔ اور سراسر بناوٹ ہے۔"

یہ جانتے ہوئے۔ مانتے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ قرآن پاک اوّل سے آخر تک سارے کا سارا وحی الہٰی ہے۔ ہم صرف بحث کی خاطر پیغمبر اسلام کے دشمنوں اور بدخواہوں کی مندرجہ بالا دلیل وقتی طور پر تسلیم

کر لیتے ہیں۔ اب ایسے بدخواہ دشمن اسلام سے ہمارا مکالمہ یوں ہوگا:۔
"کیا آپ کو یہ تسلیم کر لینے میں کوئی باک ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عرب تھے" صرف ایک جاہل مطلق عقل کا کورا ہی اس بات سے انکار کرے گا۔ اور ایسی صورت میں مزید گفتگو محض بے کار ہوگی۔
البتہ ایک صاحب استدلال سے ہم مزید گفتگو یوں کریں گے۔
"یہ عرب (یعنی پیغمبر اسلام) سب سے اول عربوں سے ہی مخاطب ہوئے تھے۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں یا چینی مسلمانوں یا نائجیریا کے مسلمانوں سے محو گفتگو نہیں تھے۔ وہ اپنی ہی قوم۔ عربوں — سے مخاطب تھے۔ ان کے سامعین ان سے متفق تھے یا نہیں۔ لیکن انہوں نے نہایت ہی حسین وجمیل الفاظ میں جو قلوب واذہان میں پیوست ہونے کی قوت رکھتے تھے، عرب سامعین یہ بتا دیا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ تھیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے جہان بھر کی عورتوں میں منتخب فرما لیا تھا۔

حضرت سارہؑ اور حضرت ہاجرہؑ

یہودیوں کے اعور نسلی امتیاز کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مقدس بائبل کے مطابق وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محترم اہلیہ حضرت سارہؑ کی نسل سے ہیں۔ جب کہ ان کے (سوتیلے) عرب بھائی حضرت ہاجرہؑ کی نسل سے ہیں۔ جو کہ بقول یہود کے ایک "باندی" تھیں۔ اس ناطے سے عرب اقوام یہود کے مقابلے میں کمتر ہیں۔ فٹ نوٹ میں وضاحت کی گئی ہے۔ کہ جناب ہاجرہؑ مصر کی ایک شاہزادی تھیں اور "باندی" ہرگز نہیں تھیں

سورۂ مریم

قرآنِ پاک میں ایک باب ایسا ہے۔ کہ جس کا نام سورۂ مریمؑ ہے۔ یہ انیسویں سورت حضرت مریم علیہا السّلام یعنی والدہ ماجدہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی، حضرت مریم علیہا السّلام کو ایسا کوئی اعزاز عیسائی بائبل میں نہیں بخشا گیا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی 66 اناجیل اور رومن کیتھولک فرقہ کی 73 اناجیل میں سے ایک کا نام بھی حضرت مریم علیہا السّلام یا ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام نامی پر نہیں رکھا گیا۔ متی۔ مارک۔ لیوک یحییٰ۔ پطرس۔ پال اور کوئی چالیس دیگر غیر معروف ناموں سے اناجیل ترتیب دی گئی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کتاب انجیل بھی عیسیٰ علیہ السّلام یا مریم علیہا السّلام کے نام پر نہیں

اگر حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قرآن پاک کے مصنّف تھے تو یقیناً حضرت مریم علیہا السّلام یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کے پہلو بہ پہلو اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ، اپنی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضؓ اور اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام بھی ضرور درج فرما دیتے۔ لیکن ایسا نہیں ہُوا۔ ہرگز نہیں ہُوا، ہرگز نہیں ہو سکتا، قرآن پاک حضور پیغمبر اسلامؐ کے ہاتھ کی تحریر نہیں، (بلکہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہے)

باب چہارم

بشارت عظیمہ

اس وقت کو یاد کرو۔ جب کہ فرشتوں نے یہ بھی کہا۔ کہ اے مریمؑ! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں۔ ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا۔ اس کا نام (ولقب) مسیحؑ عیسیٰ ابن مریمؑ ہوگا۔ با آبرو ہوں گے دنیا اور آخرت میں اور من جملہ مقربین کے ہوں گے۔ [قرآن پاک 3 : 45)

خدا کا مقرب جسمانی طور پر نہیں۔ مکانی طور پر نہیں۔ بلکہ رُوحانی طور پر ہوا۔ اس قرآنی آیت کا تقابل مارک (بائبل) کی آیت 16 : 19 سے کیجئے

"اور یسوعؑ خداوند تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے"۔ بیشتر عیسائی دنیا نے اس آیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ جس طرح کہ متعدد دیگر آیات اناجیل کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ وہ باپ (خداوند تعالیٰ) کا تصوّر یوں کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک تخت پر یعنی ایک عالی شان کرسی پر تشریف فرما ہے۔ اور اس کا "فرزند" یسوعؑ اس کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا ہے۔ کیا آپ (خدا کی) اس تصویر کو اپنے خیال اور تصوّر میں بسا سکتے ہیں؟ اگر آپ واقعتہً خدا کو یوں خیال کرتے ہیں۔ تو (افسوس کہ) آپ خداوند قدوس کی حقیقت سے بہت دُور جا پڑے۔ خداوند تعالےٰ فادر کرسمس کی طرح پیکرِ خاکی نہیں ہے۔ وہ تو ایک ایسی روحانی ہستی ہے۔ کہ فکرِ

انسانی۔ وہم انسانی تخیّل انسانی اور تصوّر انسانی اس کا احاطہ کرنے سے بالکل عاجز ہیں۔ وہ موجود ہے وہ وجود حقیقی ہے۔ لیکن وہ کسی شے کی مثل نہیں۔ جو ہم فکر یا تصوّر میں لا سکیں۔ مشرقی زبانوں میں "دائیں ہاتھ کا محاورہ" مقامِ عزّت و توقیر کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ جسے قرآنِ پاک نہایت اعلیٰ موزونیّت کے ساتھ "من جملہ مقرّبین" بیان فرما دیا۔

مندرجہ بالا آیت نے وضاحت کر دی کہ یسوعؑ ہی مسیحؑ ہیں اور وہی "کلمہ" ہیں جو حق تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السّلام کو عطا فرمایا۔ عیسائی ان الفاظ میں وہ معانی نکالتا ہے۔ جن کے یہ الفاظ متحمل نہیں۔ وہ لفظ "مسیح" کو "پیکر خدا" کا ہم معنی ٹھہراتے ہیں۔ اور لفظ "کلمۃُ اللہ" کو "اللہ" کا ہم معنی بتاتے ہیں۔

کرائسٹ (مسیح) کوئی نام نہیں

لفظ مسیح عبرانی زبان کے لفظ "مسیحا" سے ماخوذ ہے۔ عربی لفظ مسیح کا ماخذ "مسح" ہے۔ جس کا مفہوم چھونا یا مسلنا یا رگڑنا یا مالش کرنا ہے۔ پادری اور بادشاہ جب کبھی اپنے عہدہ پر متمکن ہوتے تھے۔ تو ان کو تیل مل کر بپتسمہ دیا جاتا تھا۔ لیکن ترجمہ ہو کر اپنی یونانی شکل یہ لفظ "کرائسٹ" یا "مسیح" "منفرد" اور "فقید المثال" کے معنوں میں ڈھل گیا۔ اور صرف "یسوع" کے ساتھ اس کا استعمال جائز قرار پایا۔

عیسائی کو یہ ہنر اچھی طرح آتا ہے۔ کہ گھٹیا دھاتوں کو چمکتے ہوئے سونے میں تبدیل کر دیں۔ جو کام اسے کرنے کی عادت ہے، وہ یہ ہے کہ ناموں کا ترجمہ اپنے حسب مطلب زبان میں کر لیتا ہے۔ جیسے "سیفاس (Cephas)" کو "پیٹر (Peter)" میں بدل دیا۔ "مسیحا (Messiah)" کو کرائسٹ (Christ) میں تبدیل کر دیا۔ عیسائی یہ کس طرح سرانجام دیتا ہے؟ یہ سب بہت آسان ہے، مسیحا (Messiah) کے معنی عبرانی زبان میں ایسے شخص کے ہیں جسے تیل مل دیا گیا ہو۔ یونانی زبان میں ایسے شخص کے لئے لفظ "کرسٹوس (Christos)" استعمال ہوتا ہے۔ لفظ "CHRISTOS" میں سے "OS" کے حروف اڑا دو تو خالی "CHRIST" رہ جاتا ہے۔ اب حرف "c" کو بڑے "C" میں بدل دو۔ تو اسم عَلَم Christ بن جائے گا۔ جو منفرد اور فقید المثال اندازِ تخلیق ہے۔

ناموں کی دنیا میں بپتسمہ دیا جانے کا مقصد مقرر کرنا ہے۔ خدا کا ہر پیغمبر اس طرح مقرر کیا جاتا رہا ہے۔ اور مقدس بائبل تو ایسے مقرر شدہ پیغمبرانِ خدا کے ناموں سے بھری پڑی ہے۔ نہ صرف فرستادوں یا پیغمبروں کے لئے لکھ دیا بلکہ پادریوں، احبار، بادشاہوں حتیٰ کہ کروبیوں، معصوموں اور قرنا و نرسنگھوں تک کے لئے یہ لفظ "Annointed" استعمال ہوا ہے۔

انگریزی زبان میں ترجمہ شدہ بائبل میں جہاں کہیں لفظ "ANNOINTED" "بپتسمہ دیا گیا" آپ کی نظر سے گذرے آپ بلا جھجک سمجھ لیں۔ کہ یہ یونانی لفظ "CHRITOS" کا ہی ترجمہ ہے۔ اگر آپ اس لفظ کو اس آزادی

سے استعمال میں لائیں۔ جو عیسائی حضرات کے ہاں معمول ہے تو آپ کو
متعدد الفاظ Priest - Cymuo - Cheval اور
Pillar میں لفظ CHRIST بطور سابقہ کے ملے گا۔

بعض القاب خاص

اگرچہ خداوندِ قدوس کا ہر پیغمبر برگزیدہ، منتخب، بپتسمہ دیا ہوا یعنی روحانی مقام تقرری سے مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ مسیحا کہلانے کا لغوی اعتبار سے حقدار ہوتا ہے۔ لیکن اصطلاحاً لفظ "مسیح" یا "مسیحا" یا اس لفظ کا ترجمہ عیسائی مذہب اور اسلام دونوں میں جناب یسوع ابن مریم (علیہما السلام) کے لئے مختص کر دیا گیا ہے اور یہ بات مذہبی اصطلاحات کے ضمن میں کوئی ایسی غیر معمولی بات بھی نہیں۔ تکریم اور تعظیم کے متعدد ایسے خطابات ہیں جو ہر پیغمبر خدا کے لئے استعمال تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن انہیں کسی ایک ہی پیغمبر کے لئے مختص کر لیا گیا ہے۔ جیسے لفظ "رسول اللہ" ہے جو خود قرآن کریم میں ہی دو برگزیدہ پیغمبروں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۹ : ۵۱) اور حضرت عیسیٰ ۲ (۶ : ۶۱) کے لئے استعمال ہو چکا ہے۔ لیکن اصطلاحاً یہ فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص کر دیا گیا ہے

اسی طرح ہر پیغمبرِ خدا درحقیقت حق تعالیٰ کا دوست ہی ہے۔ لیکن اس لفظ کو عربی زبان میں متبادل "خلیل اللہ" جناب ابراہیم علیہ السلام کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔ یہ ایسی کوئی دلیل فراہم نہیں کرتا۔ کہ دوسرے

پیغمبران علیہم السلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیل (دوست) نہیں ہیں۔ اسی طرح الفاظ "کلیم اللہ" (یعنی اللہ سے ہم کلامی کا شرف پانیوالا) اصطلاحاً صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں سے بشمول جناب عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکالمہ فرمایا۔ کسی خاص خطاب کا کسی خاص پیغمبر کے لئے مختص کیا جانا ان کو منفرد یا فقید المثال مرتبہ کا حامل نہیں بنا دینا۔ ہم سب کا احترام اللہ تعالےٰ کے احکام کی روشنی میں کرتے ہیں۔

جب مندرجہ بالا قرآنی آیت 45 (سورۃ آل عمران) بشارت جناب مریم علیہا السلام کو پہنچائی جا رہی تھی۔ ان کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ ان کے نومولود فرزند کا نام نامی "یسوع" ہوگا۔ اور وہ "مسیح" ہوں گے۔ ایک کلمہ منجانب اللہ اور یہ کہ۔۔۔ "وہ (مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام) آدمیوں سے کلام کریں گے گہوارہ میں (یعنی بالکل بچپن میں بھی) اور بڑی عمر میں بھی اور شائستہ لوگوں میں سے ہوں گے"

[قرآن پاک 3 : 46]

یہ پیشین گوئی بہت ہی تھوڑی مدت میں وقوع پذیر ہو گئی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سورۃ مریم میں مذکور ہے:۔

"پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے کہا۔ اے مریم! تم نے بڑے غضب کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔"

[قرآنِ پاک 19 : 27 - 28]

یہودی حیرت زدہ ہو گئے

یہاں (ذکرِ قرآنی میں) کوئی یوسف نجار مذکور نہیں ہوا، حالات کی خصوصیت کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام یعنی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ۔ ایک مشرق کی جانب واقع دور افتادہ مقام پر تشریف لے گئیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد واپس تشریف لے آئیں۔

عبداللہ یوسف علی معروف علامہ اور مفسرِ قرآن نے مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں یوں لکھا ہے:-

"لوگوں کی حیرت اور استعجاب کی کوئی حد نہ رہی۔ کچھ بھی ہو وہ جناب مریم علیہا السلام کے بارے میں بدترین خیالات سے بچنے کو تیار نہ تھے۔ کیونکہ وہ اپنے خلوت خانہ سے کچھ دیر کے لئے غائب ہو گئی تھیں اور اب وہ واپس آتی ہیں اپنے بازوؤں میں ایک بچے کو بغیر کسی شرم کے دکھاتے ہوئے انہوں نے ہارون کے خاندان کو جو کہ دینی رہنماؤں کی اساس و بنیاد تھے۔ بُری طرح خفیف کیا تھا"

"مریم علیہا السلام کو یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ کس عالی مرتبت خاندان کی رکن ہیں۔ کیونکہ ہارون کی ہمشیرہ ہونا کوئی معمولی اعزاز نہ تھا۔ علاوہ ازیں اُن کے والد اور والدہ کا اخلاقی کردار کتنا بلند اور بے عیب تھا۔ وُہ (یہود) کہتے ہیں کہ (اس بچہ کی پیدائش سے) وہ اپنے خاندانی مقام سے کس قدر نیچے گر گئی تھیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے لئے کتنی بڑی رسوائی کا سبب بن چکی تھیں۔"

"جناب مریم علیہا السلام کر ہی کیا سکتی تھیں۔ اور اگر وہ وضاحت

کر بھی دیتیں تو وہ لوگ جو تہمت اور عیب چینی پر تُلے ہوئے تھے۔ کیا وہ اُن کی وضاحت کو قبول کر لیتے۔ بجز اس کے وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں کہ اس بچے کی جانب اشارہ فرما دیں کیونکہ وہ خوب جانتی تھیں کہ وہ کوئی عام نوعیت کا بچہ نہیں تھا۔ اور بچہ واقعی ان کی مدافعت میں آگے بڑھا۔ معجزانہ طریقہ سے وہ گویا ہوا۔ اور اپنی والدہ کی پوری مدافعت کی۔ اور ایمان نہ رکھنے والے سامعین کو تبلیغ توحید کی"

[عبداللہ یوسف علی کی تفسیر قرآن صفحہ 773 پر نوٹ نمبری 2480 لغایت 2482]

• پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے۔ وُہ بچہ (خود ہی) بول اُٹھا۔ کہ میں اللہ کا خاص بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی۔ اور اس نے مجھ کو نبی بنایا۔ (یعنی بنا دے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا مَیں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں۔ اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گار بنایا۔ اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر اللہ کی جانب سے سلام ہے۔ جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا۔ اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰ بن مریمؑ

[قرآنِ کریم ۱۹: 29 - 33]

عیسیٰ علیہ السّلام کے اوّلین مُعجزات

اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنی والدہ ماجدہ پر اس بُہتان تراشی اور طعنہ زنی کی مدافعت کی ۔ جو اُن کے دشمنوں نے اُن کے خلاف کی ۔ قرآنِ پاک میں یہ سب سے پہلا معجزہ ہے ، جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کیطرف منسوب کیا گیا ہے ،

یعنی وہ عالم طفولیت میں اپنی والدہ ماجدہ کی گود سے ہی بول اُٹھے اس کا تقابل عیسائی بائبل میں مندرج پہلے معجزہ سے کریں ۔ یہ معجزہ اس وقت ان کی ذات سے منسوب کیا گیا ۔ جب وہ تیس برس سے زیادہ عمر کے تھے ۔

بائبل کے اوّلین مُعجزات

تیسرے روز گلیل کے قانہ میں ایک شادی تھی ۔ اور یسوعؑ کی والدہ وہاں موجود تھیں ۔ اس شادی میں یسوع اور اس کے چیلوں کو بلایا گیا تھا اور جب ان کو شراب کی طلب ہوئی ۔ تو یسوعؑ کی والدہ نے کہا ۔ کہ اُن کے پاس شراب نہیں تھی ۔ یسوع نے اپنی والدہ سے کہا :-

" اے عورت ! میرا تجھ سے کیا کام ؟ میرا (معین) وقت طلبی نہیں آپہنچا " اُن کی والدہ نے ملازمین سے کہا ۔ " تم کو جو کچھ بھی (کرنے کو) یسوع کہتے ہیں ۔ وہ کرو " اور وہاں چھ آب خورے پتھر کے رکھے

ہوئے تھے۔ اور ان میں ہر ایک میں دو یا تین فراکین (پیمانہ = ۹ گیلن) کی گنجائش تھی۔ یسوع نے ان سے کہا، "ان آب خوروں کو پانی سے بھر دو" اور انہوں نے وہ سب لبالب بھر دیئے۔ پھر یسوع نے ان سے کہا "اب ان کو نکال کر ضیافت کے گورنر کے پاس لے جاؤ۔ اور وہ لے گئے۔ جب حاکمِ ضیافت نے اُن آبخوروں کے پانی کو چکھا تو وہ سب شراب بن چکا تھا۔

"والدہ" یا فقط "عورت"

سینٹ جان کے مطابق مذکورہ بالا چوتھی آیت میں جو کہ کانہ میں ضیافت شادی کا حال بیان کرتی ہے، ہمیں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ سے گستاخی سے پیش آئے۔ انہوں نے والدہ کو لفظ "عورت" سے خطاب کیا۔ بلکہ اس زخم پہ مزید نمک پاشی بہ ایں الفاظ کی "مجھے آپ سے کیا سروکار ہے؟"

اس بے تعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کیا عیسیٰ علیہ السلام یہ بھول گئے تھے۔ کہ اسی عورت نے ان کو ۹ ماہ تک (اپنے بطن میں اٹھائے رکھا اور شاید بعد ازاں انہیں ۲ سال تک چھاتی سے دودھ بھی پلایا۔ اور ان کی معجزانہ پیدائش کی وجہ سے مسلسل تضحیک، تمسخر اور ذلت آمیز سلوک کے زخم بھی کھائے۔ کیا وہ ان کی والدہ نہیں ہیں؟ کیا ان کی زبان میں "ماں" کے لئے کوئی لفظ نہیں؟

کیا طرفہ تماشا ہے کہ ایک طرف تو عیسائی مبلغین اپنے آقا کی انکساری عاجزانہ طبیعت اور طویل مصائب کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں وہ اُن کو "امن کا شاہزادہ" کہتے ہیں۔ اور بہ اندازِ ترنم کہتے ہیں۔ کہ ۔۔۔۔

وہ اپنے مقتل کی طرف بھیڑ کے بچے کی طرح لے جائے گئے اور بالکل ایک ایسی بھیڑ کی طرح خاموش اور پُر سکوت رہے جو بال تراشنے والے کے سامنے موجود ہو۔"

دوسری طرف وہ انہیں بڑے فخر سے ایک سانس میں تحریر کرتے ہیں کہ وہ (عیسیٰ علیہ السّلام) اپنی نسل (بنی اسرائیل) کے بڑوں کے خلاف دشنام آمیز تحریر و تقریر کے لئے تیار رہتے تھے اور مجادلہ کے لئے خاصے بے قرار رہتے تھے۔ اگر عیسائیوں کا ریکارڈ صحیح ہے تو ذیل کے جملے اور الفاظ توجہ طلب ہیں

"او منافقو!"

"او شریر اور زانی نسل!"

"اے مارِ آستین کی نژادِ نو"

اور اب اپنی ہی والدہ سے خطاب "(او) عورت"

مذکورہ بالا جھوٹے الزامات اور اتہام و بہتان تراشیوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے پیغمبر اسلام یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حق تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات بذریعہ وحی القا فرمائیں:۔

"اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا، اور اس (خدا) نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا" [قرآن پاک ۱۹: 32]

جب حضرت مریم علیہا السّلام کو ایک صالح بیٹے کی پیدائش کی خوش خبری ملی تو انہوں نے یوں ردِّ عمل ظاہر کیا:۔

وہ (حضرت مریم علیہا السلام) بولیں۔ اے میرے پروردگار

کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی بلا مرد کے ہوگا۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرماویں گے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل [قرآن پاک 3 : 47 - 48]

قرآنی روایات

(ا) حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں۔ نہایت نیک اور پاک باز عورت تھیں اور تمام اقوام کی عورتوں سے مرتبہ میں بلند تر تھیں

(ب) یہ جو کچھ (حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں) بتایا گیا۔ یہ تمام تر خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی یعنی آسمانی کلام تھا جو بنی نوع انسان کے لئے اُتارا گیا۔

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا "کلمۃ" تھے

(د) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی مسیحا تھے۔ جن کا یہود کو انتظار تھا

(ہ) خداوند تعالیٰ اس یسوعؑ کو عالم طفولیت میں ہی معجزنما قوتیں عطا فرمائے گا

(و) یسوع یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک معجزہ کے طور پر کسی مرد کی مداخلت کے بغیر ہوئی۔

(ز) خداوند تعالیٰ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) وحی عنایت فرمائیگا۔

(ح) اذنِ خداوندی سے عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کریں گے۔ مادرزاد اندھوں کو بینائی بخشیں گے۔ اور کوڑھیوں کو اِذنِ خداوندی سے تندرست اور بھلا چنگا کردیں گے۔

عظیم تمثیل گر

مشہور و معروف امریکی بلی گراہم نے بائبل کی آیت کو کنگ پارک ڈربن میں چالیس ہزار انسانوں کے روبرو بطور ڈرامہ کے پیش کیا اپنی شہادت کی انگلی کو نمایاں طور پر الگ کر کے اور اپنے پھیلائے ہوئے بازو کو دائیں جانب سے بائیں جانب گھماتے ہوئے بلی گراہم نے کہا:۔ "اور روح القدس آیا اور مریم کو حاملہ کر گیا"

دوسری طرف سینٹ لیوک وہی چیز ہمیں کم ناشائستہ طریقہ سے بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ جب (بیٹے کی پیدائش کی) اطلاع مریمؑ کو مل گئی وہ نہایت پریشان ہوگئیں۔ اور ان کا فطرتی ردِعمل یہ ایسے الفاظ ظاہر ہوا" یہ کس طرح ہوگا۔ یہ بات دیکھتے ہوئے کہ میں تو کسی مرد کو (جنسی کو الف سے) جانتی تک نہیں"
[لیوک ۱ : 34] اس کے مقابلے میں قرآنی عبارت غور طلب ہے:۔ وہ کہنے لگیں:۔ اے میرے رب! میرے بیٹا کس طرح پیدا ہوگا۔ حالانکہ کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں"

(قرآن پاک 3 : 47)

حقیقی مفہوم کے اعتبار سے دونوں بیانات میں کوئی فرق نہیں "یہ دیکھتے ہوئے کہ میں کسی مرد کو جانتی تک نہیں" ——— اور——

"مجھے کسی لبشر نے چھوا تک نہیں" دونوں بیانات ہم معنی ہیں، یہ صرف ایک ہی چیز کے بیان میں الفاظ کے انتخاب کا فرق ہے لیکن حضرت مریمؑ کی عذر خواہی کے جواب میں جو انداز دونوں کتابوں (یعنی قرآن اور انجیل) میں دکھایا ہے۔ وہ ایک انکشاف ہے

بائبل کا ترجمہ

بائبل میں درج ہے۔ فرشتے نے مریمؑ کو جواب دیا۔ اور کہا "روح القدس تم پر چھا جائے گا۔ اور سب سے اعلیٰ (رب تعالیٰ) کی قوت تمہیں ڈھانپ لے گی"۔ [لوک ۱ : 35]

کیا آپ یہ نکتہ بھانپ نہیں سکتے۔ کہ مندرجہ بالا ترجمہ میں آپ ایک ملحد۔ گرفتارِ شک اور بے دین کو ایک چھڑی مہیا کر رہے ہیں جس سے وہ آپ کو زدوکوب کر سکے۔ ایسا انسان آپ سے سوال کر سکتا ہے۔ "روح القدس کس طرح مریم پر چھا گیا تھا؟" سب سے اعلیٰ قوت نے کس طرح مریمؑ کو ڈھانپ لیا تھا؟

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ لفظی اعتبار سے اِن عبارتوں کے وہی معنی نہیں جو لغوی طور پر نظر آتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک بے عیب حمل تھا لیکن جو لغت یہاں استعمال کی گئی ہے۔ وہ ذوق لطیف کے لئے گراں ہے۔ گندی زبان ہے۔ کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟ اب اس کا موازنہ قرآن کی لغت سے کیجئے

قرآنی بیان

اس نے کہا: (فرشتہ مریمؑ کو جواباً عرض کرتا ہے) ویسے ہی

(بلا مرد) کے ہوگا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا پس پس وہ ہو جاتی ہے" [3 : 47]

یہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا اسلامی تخیل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا کرنا صرف اس کے ارادہ کا مرہون منت ہے۔ اگر وہ لاکھوں انسان عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیدا فرمانا چاہے۔ جن کی تخلیق میں ماں باپ کا عمل دخل نہ ہو، تو وہ اس پر قادر ہے، اُسے تو صرف اُن کے وجود کا ارادہ فرما دینا ہے۔ اسے کسی تخم کے لینے اور اسے منتقل کرنے کی حاجت نہیں، انسانوں یا حیوانوں کی طرح جسمانی تعلق سے یا مصنوعی طریق تناسل سے۔ وہ ہر شے کی ہستی کا ارادہ اپنے کلمہ یا اپنے حکم "ہو جا" سے کرتا ہے۔ اور وہ شے وجود پذیر ہو جاتی ہے

میں نے مقدس پادری سے کہا۔ میں آپ کو کوئی بالکل نئی بات نہیں بتا رہا۔ آپ کی مقدس بائبل کی پہلی کتاب پیدائش (۱ : 3) میں درج ہے۔"اور خداوند نے کہا۔۔۔" اس نے کیا کہا؟ اس نے کہا "ہو جا"۔۔۔ اور۔۔۔ "وہ پیدا ہو گئی"

اسے الفاظ کو تکلم میں لانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لفظ "ہو جا" ہمارے فہم و ادراک کے لئے ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس خداوند نے ہر شے کا ارادۂ تخلیق کیا۔ اور وہ مخلوق وجود پذیر ہو گئی۔

اپنی دُختر کے لئے انتخاب

میں نے بائبل سے معلوم کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں قرآنی روایت اور بائبل کی روایت میں سے آپ اپنی صاحبزادی کو کون سی روایت ترجیحاً بیان کرنا پسند کریں گے؟ انہوں نے اپنا سر انکساری سے جُھکا لیا اور تسلیم کیا کہ "قرآنی روایت"

کس طرح ایک "جعل سازی" یا "نقل" (جیسا کہ قرآن پاک کے بارے میں عیسائی دنیا کا الزام ہے) ایک حقیقی اور اصلی خدائی کلام (جیسا کہ بائبل کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے) کے مقابل میں بہتر ہو سکتی ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جب تک یہ تسلیم نہ کر لیا جائے۔ کہ قرآن پاک حق تعالیٰ کا کلامِ برحق ہے۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ یہ جانچنے کے سینکڑوں مختلف طریقے ہیں۔ جو ہر غیر متعصب جویائے حقیقت استعمال میں لا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ کہ قرآن پاک بلا شک وشبہ کلامِ الٰہی ہے، جو پیغمبر اسلامؐ کی طرف بھیجا گیا۔

آدم علیہ السّلام کی طرح

کیا عیسیٰ علیہ السّلام کی معجزانہ پیدائش ان کو "خدا" یا (معاذ اللہ) "خدا کا مولود بیٹا" بنا دیتی ہے۔ ہرگز نہیں قرآن پاک فرماتا ہے

"تحقیق مثال عیسیٰؑ کی نزدیک اللہ تعالیٰ کے مانند مثال آدمؑ کے ہے۔ پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو لیس ہو گیا"
(قرآن پاک 3 : 59)

عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر خدا ہونے کی بلند و بالا حیثیت کی وضاحت و تفصیل کے بعد ہمیں اس عقیدہ کا غیر مبہم انکار اور رد تعلیم کیا گیا ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) خدا تھے یا خدا کے مولود بیٹے تھے یا انسان سے برتر ہستی تھے۔ اگر ان کی برتری میں یہ دلیل دی جاتی ہے۔ کہ وہ انسانی باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ تو اس کا رد اس دلیل سے ہوتا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام بھی تو بغیر انسانی باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نہ صرف بغیر انسانی باپ کے پیدا ہوئے بلکہ وہ ماں کے بھی بغیر پیدا ہوئے جہاں تک ہمارے مادی اجسام کا تعلق ہے۔ یہ تو محض مٹی ہیں۔

خداوند تعالیٰ کی نظروں میں عیسیٰ علیہ السلام بالکل اسی طرح مٹی کا وجود تھے۔ کہ جس طرح آدم علیہ السلام مٹی کا وجود تھے۔ یا جس طرح پوری نوع انسانی مٹی سے مخلوق ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت خداوند تعالیٰ کے امر "ہو جا" کی مرہون منت ہے۔ یعنی "کلمۃ اللہ" ہونے سے ان کا مقام اعلیٰ اور ارفع ہو گیا۔ کیونکہ امر خداوندی کے بعد وہ محض مٹی نہیں رہے بلکہ ایک عظیم روحانی رہنما اور معلم بن گئے۔

(عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونے اور خدا یا ابن خدا نہ ہونے کے حق میں) بڑا استدلال قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیت 3 : 59 میں موجود ہے مگر

عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا ان کو (معاذ اللہ) خداوند تعالیٰ کی ہمسری کا حقدار بنا سکتا ہے تو آدم علیہ السلام (جو بغیر باپ اور بغیر ماں کے پیدا ہوئے) اس سے کہیں بڑے مرتبے کے حقدار قرار پاتے لیکن کوئی عیسائی بھی بلا تردد آدم علیہ السلام کو بلند مرتبہ (الوہیت) دینے کو تیار نہیں۔ اسی لئے مسلمان کی ذمہ داری ٹھہرائی گئی ہے۔ کہ وہ خداوند تعالیٰ کی شان میں عیسائی گستاخی اور کفر کا سدباب کرے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی عیسائی بال کی کھال نکالتے ہوئے یہ دلیل پیش کرے کہ آدم علیہ السلام تو زمین کی مٹی سے "تخلیق" کئے گئے تھے لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے رحم میں "تولید" پائی تھی۔ تو ہمیں ایسے عیسائی کو یاد دہانی کرانا ہوگا۔ کہ اس کے اپنے مقرر کردہ جھوٹے معیار کے مطابق اس کی اپنی بائبل میں ایک شخص ایسا بھی مذکور ہے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی نمبر گتر ہے۔ وہ فوق البشر ہستی کس کی ہے؟

پال کی جدتِ خیال

"اس ملکا تز ڈیک (Melchisedec) کے لئے جو سالم کا فرماں روا اور خداوند تعالیٰ کا پادری۔ ۔ ۔ جس کا نہ باپ ہے نہ ماں ہے نہ کوئی نسب ہے۔ جس کے لئے نہ تو ایام کی ابتدا ہے نہ ہی جس کی زندگی کی کوئی انتہا ہے۔ ۔ ۔"

[عبرانیوں - 7 : 1 - اور - 3]

پال کی جدتِ خیالی ۔ "یہاں الوہیت کا ایک ایسا اُمیدوار کھڑا کر دیا گیا ہے جس کے اندر وہ صفات بیان کی گئی ہیں ۔جو صرف خداوند قادر وقدوس کے لئے ثابت ہیں ۔آدم علیہ السلام کا آغازِ زندگی جنت سے ہی ہوا ۔عیسیٰ علیہ السلام نے زندگی کا آغاز (اصطبل میں) کیا ۔آدم علیہ السلام کی زندگی کا انجام ہوا اور عیسائیوں کے دعویٰ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نے بھی زندگی کا انجام دیکھا ۔لیکن ملکا نزڈیک (Melchisedec) کہاں ہے ؟ وہ شاید افسانوی رپ وان ونکل کی طرح کسی جگہ سرماخوابی میں ہوں ؟ اور یہ "عبرانیوں" کیا ہے ؟ یہ مقدس بائبل کی کتابوں میں سے ایک کتاب کا نام ہے ۔جس کے مصنف ویری سینٹ پال ہیں جنہوں نے خود ہی اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام کا تیرھواں حواری مقرر کرلیا ۔عیسیٰ کے بارہ حواری تھے ۔لیکن ان میں سے ایک (جوڈاس ۔ Iscariot) کے اندر شیطان دخول کر گیا تھا ۔لہٰذا اس خالی آسامی کو بھرنا ضروری تھا ۔کیونکہ جنت میں بارہ تخت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے لئے وقف ہو چکے تھے تاکہ اولاد اسرائیل کے (ایمان ویقین کی) جانچ ہو سکے ۔[لیوک ۔ 22 : 30]

ساؤل (Saul) ایک غدار یہودی تھا اور عیسائیوں نے اس کا نام بدل کر پال " Paul " رکھ دیا شاید اس لئے کہ لفظ "ساول" (Saul) یہود کے ساتھ مختص نظر آتا ہے ۔اس سینٹ پال نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا ایسا ستیاناس کیا کہ اس کی بدولت اُسے میکائیل اینچ ہارٹ کی مشہور کتاب "تاریخ میں یک صد بلند ترین مشاہیر

میں اُسے تاریخ انسانی کے سب سے با اثر اشخاص کی فہرست میں دوسری پوزیشن حاصل ہوئی۔ پال نے تو عیسیٰ علیہ اسلام کے مقام و مرتبہ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا کیوں کہ میکائیل ہارٹ (Michael Hart) کے جائزے کے مطابق عصر حاضر کی عیسائیت کا مورسس یعنی بنیاد رکھنے والا سینٹ پال ہی تھا۔ عیسائیت کی تخلیق کا اعزاز پال اور یسوعؑ کو باہم تقسیم کرنا پڑا کیونکہ پال نے عیسائیت کی ترویج کے لئے کسی دوسرے مصنف سے بڑھ کر کتب اناجیل تحریر کیں در آں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک لفظ تک نہ لکھا۔

پال کو یہاں اور باقیماندہ مکاتیب انجیل میں غلو اور مبالغہ آرائی کے لئے کسی خاص تحریک کی حاجت نہیں تھی۔ کیا ہٹلر کے وزیر نشر و اشاعت گوئبلز نے نہیں کہا تھا "جھوٹ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی آسانی سے قبول کر لیا جائے گا"۔ لیکن اس مبالغہ آرائی میں حیران کُن بات یہ ہے کہ کسی عیسائی نے اسے شاید پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ہر پڑھا لکھا عیسائی جس کو میں نے مندرجہ بالا آیت دکھائی اس نے مجھے یہ تاثر دیا کہ وہ اسے پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا۔ وہ حیرت زدہ۔ دہشت زدہ گم سم اور بے زبان معلوم ہونے لگتے ہیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کا صحیح نقشہ ذیل کے موزوں الفاظ میں کھینچا ہے۔

"دیکھنے کے باوجود وہ دیکھ نہیں پاتے۔ سننے کے باوجود وہ سن نہیں پاتے۔ نہ ہی وہ فہم و ادراک رکھتے ہیں [متی 13 : 13] قرآن پاک میں بھی ایک آیت اسی مضمون کی ہے جس میں اسی بیماری کی وضاحت کی گئی ہے۔

"بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ اب رجوع نہ ہوں گے [2 : 18 بقرہ]

اَبْنَاءُ اللہ مسلمان اس عیسائی عقیدہ پر سخت معترض ہے کہ (معاذ اللہ) یسوع الکلوتا مولود بیٹا ہے۔ مولود ہے مخلوق نہیں"۔ یہی چیز ہے جس کا تکرار ہر عیسائی کو دینی عقائد کے سوال جواب میں بچپن سے کرایا جاتا ہے۔ میں نے بارہا تعلیم یافتہ عیسائیوں سے دریافت کیا کہ آخر کار وہ کس بات پر زور دینا چاہتے ہیں۔ جب وہ یہ الفاظ کہتے ہیں "مولود نہ کہ مخلوق"

وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے اپنے مذہبی دستاویزات کی رو سے خدا کے ان گنت بیٹے ہیں :

(i) "آدم (علیہ السلام) جو کہ خدا کا بیٹا تھا" [لیوک 3 : 38]

(ii) "خدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ انسانوں کی بیٹیاں خوبصورت تھیں اور جب خدا کے بیٹے انسانوں کی بیٹیوں کے پاس آتے ہیں اور وہ ان کے لئے بچے پیدا کرتے ہیں [پیدائش 6 : 2 + 4]

(iii) "اسرائیل میرا بیٹا ہے گویا سب سے پہلے پیدا ہونے والا بیٹا [خروج 4، 22]

(iv) کیونکہ میں (خدا) اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلا مولود ہے [جرمیاہ۔ 31 : 9]

(v) "مالک نے مجھ سے کہا (داؤد!) تو میرا بیٹا ہے۔ آج کے روز میں نے تجھے تولد کیا" (زبور۔ 2 - 7)

(vi) "جتنے بھی روح خداوندی سے رہبری پاتے ہیں۔ وہ (سب) خداوند کے بیٹے ہیں" (رومنز۔ 8 : 14)

کیا آپ دیکھ نہیں سکتے کہ یہودی کی زبان میں۔ ہر نیک کردار انسان ہر زید عمرو اور بکر جس نے خداوند تعالیٰ کی منشا اور سُنّت کی پیروی کی وہ

خدا کا بیٹا ٹھہرا۔ یہ ایک استعارہ کی اصطلاح تھی جو عام طور پر یہودیوں میں مستعمل تھی۔ عیسائی اس طرزِ استدلال سے اتفاق تو کرتا ہے لیکن ساتھ ہی کہتا ہے "لیکن یسوعؑ اس طرح کا (بیٹا) نہ تھا۔" آدم علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا۔ ہر زندہ شے کو اللہ تعالیٰ نے ہی بنایا تھا۔ وہ مالک و آقا ہے۔ وہ ہر چیز کا پرورش کرنے والا اور ہر چیز کو بقا بخشنے والا ہے۔ لیکن یسوعؑ تو خداوند تعالیٰ کا مولود (معاذ اللہ) بیٹا تھا۔ "مخلوق" بیٹا نہیں تھا۔

میرے چالیس سالہ عملی تجربہ کے دوران جس میں عالم و فاضل عیسائیوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ ایک بھی عیسائی نے اس جملہ "مولود نہ کہ مخلوق" کی وضاحت میں اپنی زبان نہیں کھولی۔ البتہ ایک امریکی عیسائی نے اس کی وضاحت کرنے کی جرأت کی اُس نے کہا "اس کا مطلب ہے: خداوند تعالیٰ یسوعؑ کے مورثِ اعلیٰ یا باپ تھے۔"

میں نے نہایت تیز و تند لہجے میں کہا "یسوعؑ کا وارثِ اعلیٰ خدا ٹھہرا؟"

"نہیں نہیں" اُس امریکی نے کہا "میں صرف مفہوم سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں اس پر اعتقاد نہیں رکھتا کہ خداوند تعالیٰ کس بیٹے کے وارثِ اعلیٰ (باپ) تھے"؟

سمجھدار عیسائی یہی کہتا ہے کہ الفاظ کے اصلی معانی وہ نہیں ہوتے جو وہ لغوی طور پر نظر آتے ہیں۔ پھر آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ آپ کیوں ایک غیر ضروری تنازعہ ۰۰۰،۰۰۰،۰۰،۱۲ عیسائیوں اور ۱۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ مسلمانوں میں پیدا کر رہے ہیں۔ جس کی بنیاد غیر دانشمندانہ بیانات (عیسیٰ علیہ اسلام کی ابنیت کے بارے میں) ہیں۔

مسلمانوں کے اعتراض کی دلیل

مسلمان لفظ "مولود" پر اس لئے معترض ہیں کہ توالد اور تناسل حیوانی فعل ہے جس کا تعلق ادنی احیوانی وظائف جنس سے ہے۔ ہم ایسا ادنی سفلی، جنسی وظیفہ خداوند قدوس کی طرف کس طرح منسوب کر سکتے ہیں۔ استعارۃً تو ہم سب خداوند خالق و خلاق کی عیال ہیں۔ اچھے اور برے سب کے سب اور عیسیٰ علیہ السلام تو ہم سب سے بڑھ کر خداوند قدوس کے مقرب ہیں اور اسی نسبت قرب (روحانی) سے خدا کے بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہم سب سے بڑھ کر خدا کے وفادار (اور فرمانبردار) ہیں۔ اس نکتہ نظر سے تو وہ نمایاں طور پر خدا کے فرزند ہیں۔

اگرچہ یہ ضرر رساں لفظ "مولود" اب کسی تکلف کے بغیر بائبل کی صحیح ترین نظر ثانی شدہ ترجمہ R.S.V (Ravsisd Standard version) نظر ثانی شدہ معیاری ترجمہ) سے نکال دیا گیا ہے۔ لیکن اس کا روحانی سایہ ابھی تک عیسائی ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ جس میں سفید رنگ اور سیاہ رنگ دونوں طرح کے عیسائی شامل ہیں۔ اس محض ضرر رساں ذہنی غسل نے جہاں سفید رنگ کی عیسائی اقوام کو احساس برتری میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہاں انہی کے سیاہ رنگ ہم مذہبوں کو احساس کہتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ جو ہر دو اقوام میں مستقل جڑیں پکڑ چکا ہے۔

ذہنی صفائی سے پیدا شدہ احساس کمتری

انسانی عقل کے لئے اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ یوں استدلال کرے کہ جس طرح ایک سیاہ فام افریقی کا مولود بیٹا افریقی ہی دکھائی دے گا۔ ایک چینی نژاد بچہ چینی ہی نظر آئے گا۔ اور ایک ہندی نژاد ہندی ہی ہوگا۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کا "مولود" بیٹا خدا ہی کی طرح ہوگا۔ خدا کے اس اکلوتے مولود بیٹے (معاذ اللہ) یسوعؑ کی کروڑوں اربوں تصاویر شبیہیں لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچا دی گئی ہیں۔ دیکھنے پر وہ بالکل یورپ نژاد معلوم ہوتا ہے۔ سرخ و سفید رنگت۔ چمکتے بال نیلی آنکھیں اور حسین و جمیل نقش و نگار۔ جس کے طرح کہ شاہوں کا شاہ۔ "یوم الفتح" یا "ناصرہ کا یسوعؑ" نامی پکچر میں دکھایا گیا ہے۔ آپ کو جنفری ہنٹر (Jeffrey Hunter) کی بات یاد آئی؟ "عیسائیوں کا نجات دہندہ" کسی یہودی سے بڑھ کر ایک جرمن کی طرح نظر آتا ہے۔ قدرتی طور پر نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر بیٹا سفید رنگت کا انسان ہے تو اس کا باپ بھی سفید انسان (خدا؟) ہوگا۔ لہٰذا رنگین جلد کی اقوام عالم تحت الشعور میں احساس کمتری رکھنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ احساس ان کی ارواح کی گہرائیوں میں نقش ہو چکا ہے کہ وہ خدا کی سوتیلی اولاد ہیں۔ اس احساس کمتری کو چہرے کے غازے۔ کیمیائی ادویات جلد نکھارنے والی ترکیبیں اور گھنگھریالے بالوں کو سیدھا کرنے کی ترکیبیں ہرگز دور نہیں کر سکتیں۔

خدا تو ایک روح اعظم ہے

خداوند تعالیٰ نہ سیاہ ہے نہ سفید وہ تو ایک روحانی ہستی ہے جس کا ادراک انسانی عقل، خیال اور تصوّر نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کاکیشیا کے (سفید) انسانی دیوتا

کی ذہنی بندشیں توڑ سکیں تو گویا آپ نے احساس کمتری کی مستقل بندشوں کو توڑ پھینکا ہے۔ لیکن ذہنی اور عقلی زنجیریں توڑنا زیادہ مشکل کام ہے۔ غلام کی خوئے غلامی ایسی پختہ ہو چکی ہے کہ وہ خود ان زنجیروں اور سلاسل کو رکھنے پر اصرار کرتا ہے۔

باب ششم | عیسائی ذہنی خلفشار اور گومگو کیفیت کا علاج

مسیح علیہ السلام کا تصور جو اسلام میں ہے وہ بعینہٖ وہی ہے جو مسیح علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم بیان کرتا ہے۔ اور قرآنِ پاک عیسائیت کی تعلیم کردہ ہر کجروی کا ٹھوس تدارک بیان کرتا ہے۔ قرآن پاک عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام جھوٹے الزامات سے بری الذمہ قرار دیتا ہے جو ان کے دشمنوں (یعنی یہود) نے ان کے خلاف لگائے اس طرح قرآن پاک اُس مبالغہ آمیز شیفتگی اور محبت کو بھی ناجائز قرار دیتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ان کے بارے میں ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے دشمنوں کا تو یہ الزام ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ الوہیت کر کے خداوند تعالیٰ کی شان میں (معاذ اللہ) کفر کیا (اس کے برعکس) عیسیٰ علیہ السلام کے راہ گم کردہ پیرو کہتے ہیں کہ واقعی انہوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ لیکن یہ بات کفر کے زمرے میں نہیں آتی کیونکہ وہ واقعی خدا تھے۔ (معاذ اللہ)

..یہود و نصاریٰ دونوں سے خطاب فرماتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ (قرآن پاک

میں فرماتے ہیں۔ "اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو۔ مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ تو کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ایک کلمہ ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ تک پہنچایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روح ہیں۔ سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور نہ کہو خدا تین ہیں۔ باز آجاؤ! تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے۔ وہ صاحب اولاد ہونے سے پاک ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں۔ سب اُسی کی ملکیت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کار ساز ہونے میں کافی ہے (النساء: ۱۷۱)

افراط و تفریط سے کام لیا جا رہا ہے

اے اہل کتاب! یہ نہایت محترمانہ طرز خطاب ہے جو قرآن پاک نے یہود و نصاریٰ کے لئے اختیار فرمایا ہے۔ یہ الفاظِ دیگر اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ "اے اہل علم لوگو!" "اے حامل کتاب لوگو!" اپنے طور پر فخر کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ عربوں پر برتری کا اظہار کرتے تھے۔ کیونکہ قرآن پاک سے پہلے اُن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہ تھی۔ اہل علم ہونے کے ناطے سے اللہ تبارک و تعالیٰ دو نو مذاہب کے پیروکاروں کو جو افراط و تفریط کی حدوں کو چھو رہے تھے۔ بیدار کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں اُن کے عقائد ایک دوسرے کی ضد اور افراط و تفریط پر مبنی ہونے کی وجہ سے غلط ہیں۔

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں حلّت کے بارے میں

(دل شکن) چوٹیں کیں اور ان پر کُفر کا الزام دھرا اُن کے الفاظ کو سیاق سباق سے پھر کر عیسائیوں نے اِن کے (انہیں) الفاظ کو (بہ انداز افراط) اور ہی معنی پہنا دیئے۔ اور الفاظ میں مروڑ کر عبارت کو ایسا بدلا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا دیا۔

عصر حاضر کا عیسائی۔ انجیل کا تیز مزاج طالب علم۔ (تلاش حق کے جوش میں) بائبل کو ٹکٹکی (تک) مارنے والا۔ زیادہ تند و تیز الفاظ استعمال کرتا ہے اور زیادہ غیر مہذب یا بھونڈا طریق کار اختیار کرتا ہے تاکہ عیسائیوں کو اپنے (بقول اُسکے اہل مذہب) کفریات کا قائل کر سکے وہ کہتا ہے۔

(i) یسوعؑ یا تو خدا ہے یا ایک جھوٹا انسان ہے۔
(ii) یسوعؑ یا تو خدا ہے یا ایک پاگل انسان ہے۔
(iii) یسوعؑ یا تو خدا ہے یا ایک دھوکہ باز انسان ہے۔

مندرجہ بالا الفاظ (ہمارے نہیں) عیسائی مذہبی ادب سے ماخوذ کئے گئے ہیں۔ کوئی شخص بھی جو خیر و بھلائی کا حامل ہو۔ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم وہ کبھی بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسے تند و تیز اتہام نہیں لگا سکتا جس طرح کہ عیسائی اس کو دعوتِ مبارزت دے رہا ہے۔ دونو قسم کے انتہائی دعووں کے مقابلہ میں عصر حاضر کا جویائے صدق عیسائی جوان اپنے الفاظ کو افراط و تفریط کے دعووں سے بچا کر غیر حتمی راستہ اختیار کر رہا ہے۔

عصر حاضر کے نوجوان عیسائی کی سوچ یہ ہے کہ اسے ان دونوں انتہائی۔ اور۔ متضاد حیثیتوں کے بارے میں جو یہود و نصاریٰ میں معروف ہیں۔ کسی ایک کا قطعی انتخاب کر لینا چاہیئے۔ اُسے اس طرف راہ نمائی نہیں ملتی۔ کہ اس عیسائی چیستان یا معمّہ کا ایک معقول متبادل بھی ہے؟

معقول متبادل

کیا یہ (تسلیم کرنا) ممکن نہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام محض وہی کچھ ہیں۔ جس کا انہوں نے خود دعویٰ کیا۔ ایک پیغامبر خدا۔ ایک فرستادہ۔ بہت سے دوسرے پیغمبروں کی طرح جو ان سے پہلے گذر گئے۔ یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ وہ اولوالعزم پیغمبروں میں شامل ہیں۔ بڑے بڑے معجزات کے حامل۔ بہت بڑے روحانی معلّم۔ اور پیشوا۔ یعنی مسیحا! کیوں انہیں خدا یا فاتر العقل (معاذ اللہ) ہی کہا جائے۔ کیا "پاگل پن" "الوہیت" کی ضد ہے؟ کیا کوئی ہوشیار اور سمجھ دار عیسائی لفظ "خدا" کا متضاد لفظ بنا سکیگا قرآن پاک عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی حیثیت ایک ہی آیت میں وضاحت سے بیان کر دیتا ہے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام ایک عورت مریم علیہا السلام کے فرزند تھے۔ اور اس وجہ سے ایک انسان تھے۔

(2) لیکن وہ ایک رسول خدا تھے جن کو ایک مشن تبلیغ سونپا گیا تھا۔ لہٰذا وہ نہایت قابل تعظیم تھے۔

(3) وہ ایک کلمۃ اللہ تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا گیا۔ کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ کے امر "کن۔ ہوجا" سے پیدا کئے گئے۔ اور وجود میں آئے۔

(4) وہ خدا کی طرف سے ایک "روح" تھے۔ نہ کہ خود خدا۔ ان کی زندگی اور تبلیغی کاوشیں بعض دوسرے رسولوں سے زیادہ محدود تھیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندہ ہونے

کی وجہ سے ہمیں ان کا احترام اولوالعزم پیغمبروں کی طرح ہی کرنا چاہیئے۔ عقیدہ "تثلیث"، "خدا سے ہمسری"، "ابنیتِ خداوندی" یہ سب عقائد کلامِ خداوندی کے مطابق کفر ہیں۔ اور مردود ہیں خداوند تبارک و تعالیٰ ہر حاجت سے پاک اور منزہ ہے۔ اور اسے کائنات کے نظم و نسق کے لئے کسی بیٹے کی ضرورت نہیں نئے عہد نامہ کی کتاب "یوحنا" (جس کسی نے بھی اسے تحریر کیا) میں سکندریہ کے روح و بدن کے متصوفانہ عقائد کو یونانی افکار کے فلسفہ میں سمو دیا گیا ہے۔ لیکن یہاں اسے نہایت عام فہم زبان میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اور صوفیائے اسلام اس تشریح پر کام کرتے ہیں۔

یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے روزِ قیامت سوال ہوگا

قرآن پاک کی سورہ مائدہ کی آیات ۱۱۹ تا آیت ۱۲۱ کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں روزِ قیامت یعنی روزِ حساب کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے باز پرس کریں گے، اپنے ان امتیوں کے اندھے جوشِ عقیدہ کے بارے میں جس کے تحت وہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی پرستش کرتے رہے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا جواب یوں ہوگا اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ۔ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا۔ کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے علاوہ معبود قرار دے لو۔ عیسیٰ علیہ السّلام عرض کریں گے۔ کہ (توبہ۔ توبہ) میں تو آپ کو شریک سے منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا۔ کہ میں ایسی بات کہتا۔ جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا۔ تو آپ کو اس کا علم ہو گا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے تھے۔ اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے۔ اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ میں نے ان سے اور کچھ نہیں کہا۔ مگر وہی جو آپ نے مجھے کہنے کو فرمایا تھا۔ کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔ اور میں ان پر مطلع رہا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے۔ اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں گے۔ تو یہ آپ کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

[قرآن پاک۔ المائدہ۔ ۱۱۶۔ ۱۱۸]

عیسیٰ علیہ السّلام نے کبھی الوہیت کا دعوےٰ نہیں کیا

جب یہ علیم و خبیر خداوند کی طرف سے حق و صداقت پر مبنی بیان ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے اس قول کے بعد کہ:۔

ہیں نے کبھی اُن کو (اپنی اُمت کو) اس کے علاوہ کچھ نہیں بتایا۔ جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی اُس خدائے (واحد) کی پرستش کرو۔ جو میرا بھی آقا ہے۔ اور تمہارا بھی آقا ہے۔ عیسائی کس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی پرستش کو حق بجانب قرار دیتے ہیں۔

پوری بائبل کے اندر پروٹسٹنٹ ترجمہ کے 66 حصص ہیں یا رومن کیتھلک ترجمہ کے 73 حصص۔ کسی مقام پر بھی ایک بھی ایسا غیر مبہم اور واضح بیان نہیں کہ جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے خدائی یا الوہیت کا دعویٰ کیا ہو یا کسی مقام پر انہوں نے کہا ہو کہ "میری پرستش کرو"، انہوں نے کسی مقام پر بھی یہ نہیں کہا، کہ وہ (عیسیٰؑ) اور قادرِ مطلق (بہ لحاظ وجود) ایک ہیں، اور دونوں یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور خداوند تعالیٰ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔

آخری جملہ "ایک اور وہی شخصیت" بہت سے بائبل کے پرجوش سطحی مبلغ جن میں حکماء الوہیت اور اساتذۂ دینیات شامل ہیں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا، حتیٰ کہ بعض نو واردانِ دینِ مسیحی بھی اس جملہ کو زبانی یاد کر کے بزعم خویش "تیار" ہو گئے ہیں۔ یہ الفاظ "ایک ہیں" یادوں کے اشتراک سے قوتِ فکر کو متحرک کرتے ہیں "جی ہاں"، تثلیث پرست۔ تین خداؤں میں ایک اور ایک میں تین — کہتے ہیں "یسوع نے یقیناً دعویٰ کیا تھا کہ وہ معبود ہیں"۔ لیکن کہاں؟

محترم پادری کھانے کی میز پر

ہیں محترم پارس حکیم "الوہیت"

(D - D) کو مع اُن کی اہلیہ کے "سنہری طاؤس" نامی ہوٹل میں دوپہر کے کھانے پر مدعو کرنے کے لیے آیا۔ دستر خوان پر حدیث مائدہ کے دوران ایک موقعہ پیدا ہوا۔ جس پر میں نے مقدس پادری سے سوال کر دیا ——— "کس جگہ؟ عیسیٰ علیہ السلام نے دعوے کیا ہے۔ کہ وہ اور خدا ایک ہیں؟ بغیر توقف یا بڑبڑاہٹ کے پادری صاحب نے عیسیٰؑ کے الفاظ دہرا دیئے۔

"میں اور میرا باپ ایک ہیں۔" یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ خداوند تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اور بعینہ وہی ایک شخصیت ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ الوہیت درست قرار پایا۔ بائبل کی آیت میرے علم میں تھی۔ لیکن اسے سیاق وسباق کے بغیر پڑھا جا رہا تھا۔ اس آیت کے معنی ہرگز وہ نہیں تھے۔ جو ڈاکٹر پادری اس پر چسپاں کرنے کی کوشش میں تھے۔ پس میں نے ڈاکٹر صاحب سے سوال کیا:۔

"اس کا سیاق و سباق کیا ہے؟"

سیاق و سباق کے سوال پر دم گھٹنے لگا

مقدس پادری نے (میرے سوال پر) کھانا بند کر دیا۔ اور میری جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ کیوں؟ کیا آپ سیاق وسباق سے واقف نہیں؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ آپ نے ایک عبارت کو دہرا دیا ہے

میں اس دوران عبارت کو مع اس کے سابقوں اور لاحقوں کے جاننا چاہتا ہوں۔" میرے روبرو ایک انگریز نژاد (کنیڈا کا باشندہ) تھا جو کہ پریسبٹیرین کلیسیا کا باقاعدہ تنخواہ یافتہ پادری تھا۔ اور تعلیمی اعتبار سے علم الٰہیات کا حکیم تھا۔ لیکن اس کے تاثرات یوں بتا رہے تھے۔ گویا کہ میں اس کو انگریزی پڑھا رہا ہوں۔ وہ یقیناً سیاق و سباق سے تو واقف تھا۔ لیکن اپنے دیگر ہم وطنوں کی طرح اس نے مذکورہ عبارت کے سیاق و سباق کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وہ اس رُوح سے ناآشنا تھا۔ جس کے تحت عیسیٰ نے وہ الفاظ ادا کئے تھے۔

میرے چالیس سالہ تجربہ کے دوران سینکڑوں مرتبہ یہ عبارت مجھ پر پیش کی گئی ہے۔ لیکن ایک بھی اہل علم عیسائی نے یہ اندازہ لگانے کی زحمت ہی نہیں کی کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں جب کبھی ایسا موقعہ پیش آتا ہے۔ وہ اپنی بائبل پر اُلٹے سیدھے ہاتھ مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محترم کے پاس اس وقت بائبل کا نسخہ موجود نہ تھا۔ جب یہ لوگ بائبل کا نسخہ لانا چاہتے ہیں۔ تو میں ان کو روک دیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں۔

"یہ بات یقینی ہے کہ آپ جو اقتباس بائبل سے پیش کر رہے ہیں۔ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ یقیناً آپ اپنی بائبل کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ سارا کچھ پڑھ لینے کے بعد میں امید کرتا ہوں۔ کہ کچھ "باز آفریدہ" عیسائی اپنی کمی کا علاج کر لیں گے۔ لیکن مجھے اس بات میں شبہ ہے۔ کہ میرے مسلمان قاریوں کو

کبھی کوئی ایسا عیسائی ملے گا۔ جو ان کو سیاق و سباق کے ساتھ پوری متعلقہ آیات کی نشاندہی کر دے۔ [یوحنا کی انجیل آیت ۱۰- 23 - 36]

آیت مذکورہ کا سیاق و سباق کیا ہے؟

میرے محترم پادری نے میرے ساتھ اس بات میں بے انصافی کی کہ آیت مذکورہ "میں اور میرا باپ ایک ہیں" کے سیاق و سباق سے مجھے محروم رکھا۔ بلکہ الٹا مجھ پر سوال کر بیٹھے "کیا آپ اس آیت کا سیاق و سباق جانتے ہیں؟" یقیناً۔ میں نے جواب دیا۔ پھر میرے فاضل دوست نے دریافت کیا۔ وہ کیا ہے؟۔ میں نے جواب دیا۔ آپ نے جو حوالہ دیا ہے۔ وہ انجیل یوحنا کے باب ۱۰ کی آیت نمبر 30 کی عبارت ہے۔ پورے سیاق و سباق کے لئے ہمیں آیت نمبر 23 سے پڑھنا شروع کرنا چاہیے۔ جو یوں ہے آیت 23 اور یسوعؑ سلیمانؑ کی ڈیوڑھی میں ہیکل کے اندر چلے گئے آیت نمبر 25۔ یسوعؑ نے ان کو جواب دیا۔ "میں نے تم کو بتایا اور تم نے یقین نہ کیا۔ وہ تمام کام جو میں باپ کے نام سے سرانجام دیتا ہوں۔ وہ میرے دعویٰ (مسیحیت) کی شہادت دیتے ہیں

آیت نمبر 26۔ لیکن تم یقین نہیں کرتے کیونکہ تم میری بھیڑیں نہیں ہو، جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ یسوعؑ اپنے دشمنوں کے اس جھوٹے الزام کو غلط قرار دیتے ہیں۔ کہ وہ مسیحا (جس کا انتظار یہود کو تھا) ہونے کے دعویٰ میں دوغلہ پن کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ یسوعؑ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کو صاف واضح الفاظ میں کہا کہ وہ مسیحا ہیں۔ لیکن یہودی ان کی بات سنتے تک نہ تھے۔

آیت نمبر31 ۔ یہودیوں نے (اُن کو) عیسیٰؑ کو سنگسار کرنے کے لئے
دوبارہ پتھر اُٹھائے ۔

آیت نمبر32 ۔ یسوعؑ نے اُن کو جواب دیا ۔ "میں نے تم کو بہت سارے
اچھے کام اپنے باپ کیطرف سے تم کو دکھائے ہیں ۔ ان میں
سے کس کام کی بدولت تم یہ سنگباری کرتے ہو" ؟

آیت نمبر33 :۔ یہودیوں نے اُن کو جواب دیا ۔ "ہم آپ کو کسی اچھے
کام کی وجہ سے پتھر نہیں مارتے ۔ لیکن کفر (خدا کی شان میں گستاخی)
کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ۔ اور اس لئے کہ آپ انسان ہوتے
ہوئے اپنے آپ کو خدا ٹھہراتے ہیں ۔

آیت نمبر24 مندرجہ بالا میں یہودیوں نے یہ جھوٹا الزام لگایا تھا ۔ کہ یسوعؑ
ذومعنی گفتگو کرتے تھے ۔ جب اس الزام کو قابلیت سے غلط ثابت کردیا
گیا ۔ تو یہودیوں نے ان پر خدا کی شان میں گستاخی (کفر) کا نیا الزام لگادیا
جو روحانی سلطنت میں بدخواہی اور بغاوت کی طرح ہے ۔ اس طرح وہ
کہنے لگے کہ یسوعؑ خدائی کا دعویدار بن گیا ہے ۔ "میں اور میرا باپ ایک ہیں"
عیسائی اس بات میں یہودیوں سے متفق ہیں ۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا
دعوے ضرور کیا تھا ۔ لیکن ان کو اتنا اختلاف یہودیوں سے ہے کہ
(ایسا دعوے) کُفر نہ تھا ۔ کیونکہ عیسائیوں کے قول کے مطابق وہ (یسوعؑ)
خداوند تھے ۔ اور ان کا حق تھا کہ اُلوہیت کا اقرار کرتے ۔

تمہارا قانون - کیوں ؟

آیت نمبر34 میں وہ ذرا طنزیہ انداز اختیار کر گئے ۔ لیکن بہرحال

وہ یہ کیوں سوال کرتے ہیں۔ "تمہارا قانون؟ کیا یہی قانون اُن کا اپنا بھی نہیں ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں کہا تھا،، یہ مت سوچو کہ میں قانون کی یا پیغمبروں (کی تعلیم) کی تباہ کاری کے لئے آیا ہوں۔ میں تباہ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ تکمیل (قانون) کرنے آیا ہوں۔ اور میں تم سے بالتحقیق کہتا ہوں۔ کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ قانون کا ذرا سا شمہ بھی (کتاب) قانون سے خارج نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ سب کچھ مکمل ہو جائے [متی۔ ۵ : ۱۷ - 18]

باب ہفتم

"ابتداء و آغاز میں"

میں نے کنیڈا کے بڑے پادری سے سوال کیا "یسوع نے کس جگہ یہ کہا ہے کہ "میں خدا ہوں" یا "میں خدا کے برابر ہوں" یا "میری پرستش کرو" محترم پادری سورس نے ایک گہری سانس لی اور ایک مزید کوشش میں لگ گئے انہوں نے عیسائی بائبل کی بارہا بیان کردہ آیت یوحنا ۱: ۱ کا حوالہ دیا۔

"شروع آغاز میں کلمہ تھا۔ اور کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلمہ ہی خدا تھا"

اس پر غور فرمایئے کہ مندرجہ بالا الفاظ یسوعؑ کے نہیں ہیں۔ وہ (تو) یوحنا کے الفاظ ہیں۔ (یا اس کے الفاظ ہیں۔ جس نے انہیں تحریر کیا) بائبل کے ہر محقق عیسائی عالم نے تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ الفاظ ایک دوسرے یہودی اسکندریہ کے فیلو (Philo) کے ہیں۔ جس نے یہ الفاظ اس وقت تحریر کئے۔ جب یحییٰؑ یا یسوعؑ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

اور فیلو یہودی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا۔ کہ اسے الہام ربانی ہوتا ہے۔
چونکہ عہد نامہ جدید کی 27 کتب کے مسودہ جات یونانی زبان میں ہیں۔ ایک عیسائی فرقہ نے اپنا خاص اندازِ روایت اختیار کر کے ان 27 اناجیل کا نام بھی بدل کر "عیسائی یونانی اناجیل" رکھ دیا ہے۔ میں نے پادری سے دریافت کیا۔ کیا آپ کو یونانی زبان آتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں سند حاصل کرنے سے پہلے وہ پانچ برس تک یونانی زبان کا مطالعہ کرتے رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ "خدا" کے لئے یونانی زبان میں کون سا لفظ ہے۔ جب یہ لفظ پہلی مرتبہ مندرجہ ذیل حوالہ میں مستعمل ہوا ہے۔ اور کلمۃ خدا کے پاس تھا۔ پادری صاحب ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے خود ہی کہا۔ یونانی زبان میں لفظ خدا کا مترادف لفظ "ھوتھیوز (HOTHEOS)" ہے جس کا لغوی معنی "خداوند تعالیٰ" ہے۔ چونکہ یورپی اقوام نے (بہ شمول شمالی امریکی اقوام کے) اسم علم کے لئے بڑا حرف تہجی (Capital letter) استعمال کرنا اپنی زباندانی کا طریقہ بنا لیا ہے۔ اور اسم نکرہ کے لئے چھوٹا حرفِ تہجی مستعمل ہے۔ تو ہم خداوند تعالیٰ کے لئے انگریزی لفظ "God" میں حرف "G" بڑا ہی قبول کریں گے۔ بہ الفاظ دیگر لفظ "ھوتھیوز HOTHEOS" کا ترجمہ "خاص خدا" (= The God) کر دیا گیا ہے۔ جو مندرجہ بالا اصولِ زباندانی کے تحت بڑے حرف "G" کے ساتھ "God" بن گیا۔

اب آپ مجھے بتائیں کہ آپ کے حوالہ میں دوسری مرتبہ جو لفظ گاڈ (God) آیا ہے۔ اس کا یونانی مترادف کیا ہے؟ اور کلمۃ گاڈ (خدا) تھا

پادری صاحب پھر بھی خاموش رہے۔ وہ اس وجہ سے خاموش ہوئے کہ انہوں نے جھوٹ بول دیا تھا۔ ایمانداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپ نے اپنے اُسلوب کو بالکل اُلٹ دیا۔ لفظ GOD (بڑے جی: G کے ساتھ) کے ہجے کرتے ہوئے چھوٹا حرف جی (g) اِستعمال کیا۔ "ور شیطان ہی اس دنیا کا خداوند یا دیوتا ہے" یونانی لفظ اسم معرفہ خدا the God کے لئے ہوتھیوس (HOTHEOS) ہے۔ بالکل وہی جو کہ کتاب یوحنا ۱:۱ میں ہے۔ آپ نے اپنے تراجم میں یکسانیت کو کیوں ترک کر دیا ہے؟ اگر پال کو الہام (؟) نے مجبور کیا۔ کہ طاغوت یا شیطان کے لئے مترادف لفظ "ہوتھیوس (HOTHEOS) تحریر کرے۔ جس کا انگریزی میں ترجمہ بڑے جی (G) کے ساتھ God (خداوند تعالیٰ) بنتا ہے۔ تو لفظ جی کو بڑا جی (G) نہ لکھ کر اس نے انصاف نہیں کیا۔

باب ہشتم
تقاضاجات

تین موضوعات اس قسم کی ایک مختصر تصنیف سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی۔ کہ مصنف اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان تمام حوالہ جات پر مناسب تحریریں پیش کر سکے گا۔ جو کہ قرآن پاک کی پندرہ سورتوں میں مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہم صرف اس قدر کر سکتے ہیں اس کتابچہ کے صفحہ ۶ پر جو فہرست مضامین قرآنِ پاک سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منتخب کرکے پیش کی گئی ہے۔ اس پہ ایک طائرانہ نظر

ڈال لیں۔ اس فہرست سے ہم کو تین ایسے اہم موضوعات ملتے ہیں کہ جن پر اس کتابچہ میں تا حال گفتگو نہیں کی گئی۔ وہ تین موضوعات یہ ہیں :-

(۱) عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ (قرآن پاک سورۃ (۴) آیت 157)

(2) عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام اور معجزات (سورۃ (۷) آیت 113 و سورۃ (xix) آیات 30 - 33]

(3) عیسیٰ علیہ السلام نے احمدؐ (پیغمبر اسلام) کی پیش گوئی کی (سورۃ (xi) آیت 6)

راہِ نجات

مندرجہ بالا موضوعات میں سے اب موضوع نمبر ۲ "عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام اور ان کے معجزات" باقی رہ گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام اتنا ہی سیدھا اور سادہ تھا۔ جتنا کہ ان کے پیش رو پیغمبروں کا پیغام تھا اور ان کے جانشین پیغمبر اخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تھا۔ یعنی خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے احکام کی پیروی کرو۔" کیونکہ وہ خدائے واحد و قدوس جس نے اپنے پیغمبروں کو (بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے) وحی و الہام کیا۔ وہ خدا ایسا ہے کہ اس کے ہاں نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ تحویل ہوتی ہے۔ اس کی تعلیمات اور اس کے قوانین میں ہمیشہ یک رنگی اور استحکام ہوتا ہے۔ وہ خدا قطعی طور پر "الجھن اور پراگندگی کا مصنف نہیں۔ [بائبل 33:14]

ایک پابندِ قانون یہودی عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتا ہے

تاکہ ابدی زندگی اور نجات حاصل کر سکے۔ متی کے الفاظ ہیں:

"اور دیکھو ایک جو یائے راہ ہدایت آیا۔ اور ان سے (عیسیٰؑ سے) گویا ہوا: "اچھے آقا۔ میں کیا اچھے اعمال کروں کہ مجھے ابدی زندگی نصیب ہو جائے؟"

(اور عیسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا، تم مجھے اچھا کیوں کہتے ہو۔ کوئی ہستی بھی اچھی نہیں بجز خداوند تعالیٰ کے۔ لیکن جب تم زندگی میں قدم رکھو۔ تو خداوند تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرو۔

(متی ۱۹: ۱۶-۱۷)

معجزاتِ عیسوی کیا ثابت کرتے ہیں؟

"قرآن پاک عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تفاصیل بیان نہیں کرتا۔ جیسے نابینا بارتی مس (Bartimaeus) کا ذکر یا لازارس (Lazarus) کا ذکر یا اس قسم کے دیگر معجزات کا ذکر ــــ بجز اس بات کا۔ اہتمام ذکر کرنے کے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے عالمِ طفولیت میں اپنی والدہ ماجدہ کے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے ان کی (عفت و عصمت) مدافعت کی۔ کسی مسلمان کو ان کے اس فوق الفطرت معجزہ کے اقرار میں کبھی تامل نہیں ہوا۔ نہ ہی ان کے معجزہ احیاء الموتیٰ پر ایمان لانے میں کبھی تامل ہوا۔ لیکن یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا مولود بیٹا نہیں بنا دیتے۔ جس طرح کہ نصاریٰ نے (غلط طور پر) سمجھ لیا ہے۔

معجزات تو نبوت یا پیغمبری بھی ثابت نہیں کرتے۔ نہ ہی کسی شخص کی سچائی یا جھوٹ کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا: "کیونکہ جھوٹے مسیحا پیدا ہونگے اور جھوٹے پیغمبر بھی۔ اور وہ بڑے بڑے نشانات اور حیران کن استدراجات دکھائیں گے۔ اس حد تک مظاہرۂ فن کریں گے کہ اگر ممکن ہو تو خدا کے منتخب فرستادہ کو بھی دھوکہ میں ڈال دیں۔ [متی ۲۴ : ۲۴]

اگر جھوٹے مسیحا اور جھوٹے پیغمبر محیرالعقول کرتب سرانجام دے سکتے ہیں۔ تو یہ عجائبات یا کرامات کسی پیغمبر یا فرستادہ کے سچا یا جھوٹا ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق بپتسمہ دینے والے یحییٰؑ اسرائیلی پیغمبروں میں سب سے بڑے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے داؤد علیہ السلام سے، سلیمان علیہ السلام سے، یسعیاہؑ سے حتیٰ کہ خود عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا قول جو درج ذیل ہے اس کی تصدیق کرتا ہے:

"میں تم سے پوری تحقیق سے کہتا ہوں۔ عورتوں کے بطن سے جو بھی (پیغمبر) پیدا ہوئے۔ ان میں بپتسمہ دینے والے یحییٰؑ سے کوئی بھی بڑا نہ ہوا۔ [متی ۱۱ : ۱۱]

خود یسوعؑ اس قول کے اطلاق سے خارج نہیں تھے۔ کیا وہ یسوعؑ ایک عورت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے تھے بپتسمہ دینے والے یحییٰؑ نے بڑا ہونے کے باوجود کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔

لہٰذا سچائی اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کے لئے معجزات کوئی معیار نہیں بن سکتے۔

معجزہ کی قوّت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی ذات سے نہیں

(i) تمام قوّت مجھے آسمان اور زمین میں (خدا سے) بخشی جاتی ہے
(متی 18 : 28)

(ii) میں شیاطین کو خداوند کی روح سے پرے پھینکتا ہوں۔ تب خداوند کی بادشاہت میرے پاس آتی ہے۔
(متی 12 : 28)

(iii) میں خود اپنے آپ تو کچھ نہیں کر سکتا۔ [یوحنا 5 : 30]

(iv) میں خداوند کی انگشت (قوّت) سے شیاطین کو دور پھینکتا ہوں
[لیوک 11 : 20)

مستعار طاقت

وہ معجزہ برپا کرنے والی طاقت اس یسوع ؑ کی نہیں۔ یہ اُن کو بخشی جاتی ہے۔ بخشنے والا کون ہے۔ لاریب وہ دینے والا خداوند تعالیٰ ہے۔ ہر عمل اور ہر لفظ (یعنی قول و فعل) کی نسبت وہ (یسوع ؑ) خداوند تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔

لازارس (LAZARUS)

چونکہ عیسیٰ ؑ کے برپا کردہ معجزات میں بہت زیادہ اہمیت مردہ لازارس کو زندگی بخشنے کے معجزہ کو حاصل ہے۔ ہم انجیل یوحنا

میں بیان کردہ اس واقعہ کی پوری چھان بین کریں گے۔ یہ امر
حیران کن ہے۔ کہ دوسرے انجیل نویسوں میں سے کسی نے
لازارس کا ذکر کسی سیاق و سباق میں نہیں کیا۔ تاہم قصہ اس قدر
ہے۔ کہ لازارس سخت بیمار ہوگیا۔ اس کی ہمشیرگان مریم اور مارتھا
نے بدحواسی کی کیفیت کے ساتھ ساتھ بار بار عیسیٰ علیہ السلام
سے درخواست کی کہ وہ چلیں اور ان کے بھائی لازارس کی بیماری کا
علاج کریں۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام بہت تاخیر سے تشریف لائے
حقیقت تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام لازارس کی موت کے بھی
چار روز بعد تشریف لائے

یسوعؑ نے خاموش آہ وزاری کی

مریم نے دردناک آوازمیں یسوعؑ
سے کہا۔ کہ اگر وہ بروقت تشریف لے آتے۔ تو شاید اس کا
بھائی وفات نہ پاتا۔ مریم کی گفتگو کا مفہوم یہ تھا۔ کہ اگر
یسوعؑ دوسرے لوگوں کی بیماریوں کا علاج کرکے انہیں شفایاب
کرسکتے ہیں۔ تو وہ اس کے بھائی (لازارس) کو جوکہ ان کا دوست
بھی تھا۔ کیسے شفا نہ بخشتے۔

یسوعؑ نے کہا کہ اب بھی اگر آپ یقین محکم رکھتے ہیں تو آپ
خداوند تعالیٰ کی عظمت اور شان کبریائی کا نظارہ کریں گے؟
یقین محکم شرط تھی۔ کیا یسوعؑ نے کہا نہیں تھا۔ کہ ایمان و یقین
کی قوت پہاڑوں کو حرکت میں لاسکتی ہے۔ انہوں نے کہا۔
کہ مجھے لازارس کی قبر پہ لے چلو۔ رستہ میں انہوں نے روحانی

طور پر آہ وزاری اور فریاد کی۔ وہ خاموش اور مبہوت نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے خداوند تعالیٰ کی جناب میں دعائیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ اگرچہ وہ بڑے دردناک انداز میں سسکیاں لے رہے تھے۔ ان کے الفاظ ان کے اردگرد لوگوں کی سماعت کی زد میں نہ آسکتے تھے۔ اور وہ لوگ کچھ نہ سمجھ سکے۔ اس لئے یہ الفاظ اس نے خاموش آہ وزاری کی۔ (استعمال ہوئے)
قبر کے پاس پہنچ کر یسوعؑ نے پھر خاموش آہ وزاری کی۔ شاید پہلی آہ وزاری سے بھی زیادہ خلوص اور دردمندی کے ساتھ اور خداوند تعالیٰ نے ان کی آہ وزاری (دعا) کو سن لیا اور یسوعؑ کو یہ یقین دہانی موصول ہوئی کہ خداوند تعالیٰ اس کی درخواست کو قبول فرمائیں گے۔ اب یسوعؑ کو پورا پورا اعتماد ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ حکم دینے کے قابل ہو گئے تھے۔ کہ لازرس کی قبر پہ رکھا ہوا پتھر ہٹا دیا جائے۔ تاکہ لازرس مردوں کی دنیا سے باہر زندوں میں آسکے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس یقین دہانی کے بغیر عیسیٰؑ کیونکر البیبا کام کرتے۔ جس میں خفت لازم تھی۔

غلط فہمیوں سے بچ کر

مریم (لازرس کی بہن) تو تعفن اور بدبو کے بارے میں متفکر ہو گئی۔ کیونکہ اس کے بھائی کو مرے ہوئے چار روز گذر چکے تھے۔ لیکن یسوعؑ کو یقین تھا۔ کہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ اور پتھر ہٹا دیا گیا۔ تب یسوعؑ نے آسمان کیطرف

دیکھا اور یوں گویا ہوئے :۔

"باپ ۔ میں آپ کا شکر بجا لاتا ہوں ۔ کہ آپ نے میری دعا قبول فرمائی ۔ اور مجھے بخوبی علم تھا کہ آپ ہمیشہ میری درخواست قبول فرما لیتے ہیں ۔ لیکن ان لوگوں کی وجہ سے جو میرے قریب کھڑے ہیں ، میں نے یہ کہا تا کہ ان کو یقین آجائے ۔ کہ آپ ہی نے مجھے بھیجا ہے"

[یوحنا ۱۱ : ۴۱ - ۴۲]

یہ تمام فن کاری کیا ہے ۔ یہ سارا ڈرامہ کیوں کھیلا گیا ۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ جناب یسوع مسیحؑ کو بخوبی علم تھا کہ یہ اوہام پرست سریع الاعتقاد لوگ (رونما ہونے والے) معجزہ کے سرچشمہ اور بنیاد کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے ۔ عین ممکن تھا کہ وہ یسوعؑ کو (جن کے ہاتھ پر معجزہ رونما ہوا تھا) خدا ہی سمجھ بیٹھیں ۔ مردہ کا زندہ کرنا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا اختیار خصوصی ہے ۔ اس بات کی دوہری یقین گیری کے لئے کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں ۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بآواز بلند آہ و زاری کی ۔ اور اپنے رب کو مدد کے لئے پکارا ۔ جہاں تک پاس کھڑے ہوئے لوگوں کے فہم و فراست کا تعلق تھا ۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مناجات بہ ظاہر غیر مربوط معلوم ہوتی تھی ۔ لیکن آسمانی باپ نے ان کی استدعا قبول فرمالی تھی ۔ یعنی یسوعؑ کے الفاظ میں "آپ نے میری عرضداشت سن لی ہے"

دراصل عیسیٰ علیہ السلام نے بہ آواز بلند بولنے کی توجیہ بھی فرما دی ، وہ فرماتے ہیں "تا کہ یہ لوگ اس پر ایمان لے آئیں کہ آپ (خداوند تعالیٰ) نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے" ۔ جس کسی کو بھیجا جائے وہ پیغام بر

ہوتا ہے ۔ اور اگر خدا کی طرف سے بھیجا جائے تو وہ رسول اللہ یعنی اللہ تعالےٰ کا پیغمبر ہے ۔ قرآن پاک کی چوتھی سورۃ "النساء" کی آیت 171 میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول کہا گیا ہے ۔

صد افسوس کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی کہ قوم کا مغالطہ یا غلط فہمی دور ہو جائے کہ معجزات کا برپا کرنا تو دراصل فعل خداوندی ہے ۔ اور وہ محض ایک پیغمبر خدا ہیں ۔ عیسائی تو عیسیٰ علیہ السلام کی غیر مبہم تردید کو بھی قبول نہیں کرتے ۔ نہ ہی وہ پطرس کی شہادت قبول ہوئی ، جو کہ ایک چٹان کا مرتبہ رکھتی تھی جس پر دین عیسوی کی بنیادیں تعمیر ہونا تھیں ۔ پطرس نے بالحق تصدیق کی :-

" اے اسرائیل کے لوگو ! یہ الفاظ سن لو ۔ ناصرہ کے یسوعؑ ایک ایسے آدمی ہیں جو تم میں سے خدا کے مقرر کردہ ہیں ، ایسے معجزات اور عجائبات اور نشانات کے ساتھ جو کہ خداوند نے اس کے ذریعے تمہارے درمیان رہتے ہوئے برپا کئے ، جس طرح کہ تم خود بھی جانتے ہو " [ایکٹ 2 : 22]

معاملہ مایوس کن نہیں

یعنیہ یہی (مندرجہ بالا) پیغام بعد از اعلانِ ذکر خداوند تعالےٰ نے قرآن پاک میں دہرایا ہے ۔ سورۃ 3 [آلِ عمران] کی آیت 49 میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ ہر

معجزہ یا نشانِ عجیب جو عیسیٰ علیہ السّلام نے سرانجام دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ تھا۔ عیسیٰ علیہ السّلام یہی کہتے ہیں۔ پطرس یہی کہتے ہیں اور خود اللہ تبارک وتعالیٰ یہی فرماتے ہیں۔ لیکن ضدی ہٹ دھرم نزاع پرست لوگ (حق کی بات کو) نہیں سنیں گے۔ تعصّب۔ اوہام پرستی اور سوء الاعتقادی (ایسی باطنی امراض ہیں جو) بہ صد مشکل مرتی ہیں۔

ہمارا فریضہ یہ ہے کہ پیغام حق پوری وضاحت سے بہ آوازِ بلند پہنچا دیا جائے۔ اور نتائج خداوند تعالیٰ کے سپرد کر دیئے جائیں۔ معاملہ قطعی طور پر مایوس کُن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن پاک میں بتاتے ہیں:

"بعض اُن میں سے ایمان والے ہیں اور اکثر اُن میں سے کج رو۔ حد سے گزرنے والے نافرمان ہیں۔"

[قرآن پاک 3 : ۱۱۵]

اُن میں سے مراد یہود و نصاریٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک گروہ جسے اللہ والے کہا گیا ہے۔ کتاب اللہ بھی اُن ہی سے مخاطب ہے۔ جب کہ دوسرا گروہ سرکش۔ حد سے گزرنے والے نافرمانوں کا ہے۔ ہم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے۔ کہ ہم اہل کتاب کے سرکش اور طاغی گروہ تک بھی اللہ کا سچا کلام پہنچائیں۔ ہمارا لٹریچر دونوں طرح کے اہل کتاب کے لئے موزوں ہے۔ یہ لٹریچر خود مطالعہ کرنے کے بعد اپنے غیر مسلم دوستوں تک پہنچا دیا کریں۔

قرآنِ پاک وہ کھولئے اور اپنے عیسائی دوستوں اور واقف کاروں

کو وہ آیات مع ترجمہ پڑھ کر سنایئے۔ جو ہم اس کتابچہ میں جگہ جگہ وضاحت کے لئے لکھ چکے ہیں۔ تب ہی ہم صحیح طور پر انجام کار کہہ سکتے ہیں کہ :۔

"یہ ہے عیسیٰ بیٹا مریم کا۔ یہ بیان حق ہے جس کے بارے میں وہ شک (اور جھگڑا) کرتے ہیں ۔۔۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ (کی عظمت و جلال) کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ ایک بیٹا پکڑے وہ پاک ہے (توالّد و تناسل کی سفلیّت سے)

جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرما لیتا ہے تو فقط اتنا کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے۔ تحقیق اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا (بھی) پروردگار ہے پس عبادت اسی کی کرو۔

یہ ہے صراطِ مستقیم یعنی سیدھی راہ۔"

[قرآن پاک 19 : 34-36]

بائبل میں ردّ و بدل حصّہ اوّل و حصّہ دوم

(مصنفہ رانا محمد اسلم)

اس کتاب کا مطالعہ بالکل واضح کر دیتا ہے کس طرح بائبل مقدّس تحریف کا شکار ہوئی ہے۔ مصنف نے مکمل تحقیق کے بعد اسے لکھا ہے اور عبارت عام طور پر عیسائی محققین کے حوالجات پر مبنی ہے۔ اسے پڑھیئے اور کھرے اور کھوٹے کی تمیز کیجیئے۔

قیمت ہر دو حصص صرف پانچ روپے

ملنے کا پتہ :۔ اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

اصلی انجیل صرف برنباس کی انجیل ہے

پاکستان کے عیسائیوں نے بذریعہ اپنے ماہوار رسالہ "کلام حق" گوجرانوالہ ماہ جولائی ۱۹۷۹ء میں اعلان کردیا کہ ہمارا یہ ایمان نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر کوئی انجیل نازل ہوئی۔ مروجہ چاروں اناجیل کو حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کے حواریوں نے بذریعہ روح القدس لکھا۔ اسطرح انہوں نے اپنے بیان سے چاروں انجیلوں کا حضرت مسیحؑ پر نازل ہونا منسوخ قرار دیا ہے۔ اب دنیا میں صرف اصلی انجیل باقی رہ گئی ہے۔ جس کا اصل نسخہ یورپ کے ملک آسٹریا کے دارالحکومت وی آنا کی رائل لائبریری میں لاطینی زبان میں موجود ہے۔

وہاں سے اس کا انگریزی میں ترجمہ ہوا۔ اس کے بعد عربی میں ترجمہ ہوا۔ بعد ازاں اسے زبانِ اردو شائع کیا گیا ہے۔

اس میں پندرہ مقامات پر نبی آخرالزماں حضور پرنور کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس کا پڑھنا ازدیادِ ایمان کا موجب ہوگا۔ اگر عیسائی اسے سچا تسلیم کریں تو ان کا مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ قیمت مجلد فی کتاب ۱۵/۰۰ روپے

جلد طلب کیجئے کیونکہ تھوڑے سے نسخے باقی رہ گئے ہیں

ملنے کا پتہ:۔ **اسلامی مشن سنت نگر لاہور**